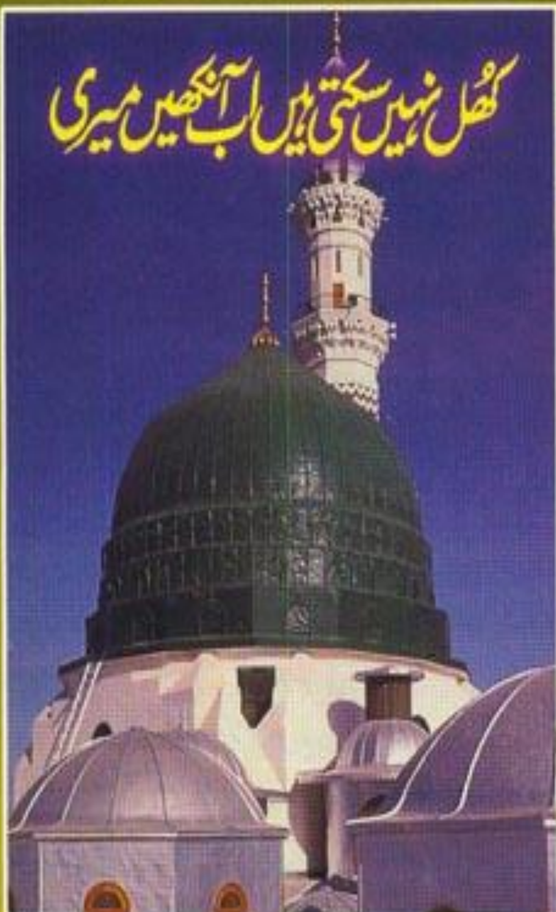

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۵ روپے

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۲ تا ۲۸ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ فروری ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۳۹

قادیانیت کے سیاسی عزائم

طوفان سے ساحل تک

حقانیت اسلام ۔ نو مسلم کے تاثرات

جرمنی میں
تین قادیانیوں کا قبول اسلام

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

سود کی رقم دوسری رقم سے ملی ہوئی ہو تو اس سے حج کرنا کیسا ہے؟:

س:...... ازراہِ کرم شرعی اصول کے مطابق آپ یہ بتائیں کہ ایک حلال اور جائز رقم کو سود کی رقم کے ساتھ (قصداً) ملادیا جائے تو کیا اس پوری رقم سے حج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ج:...... حج صرف حلال کی رقم سے ہوسکتا ہے۔

سعودی عرب سے زائد رقم دے کر ڈرافٹ منگواکر حج پر جانا:

س:...... حج اسپانسر اسکیم ۱۹۸۷ء کی توسیع کم مئی تک کردی گئی ہے۔ لہٰذا حجاج کرام سعودی عرب سے ڈرافٹ منگوارہے ہیں۔ جن حضرات کے عزیز و اقارب وہاں موجود ہیں وہ تو قواعد و ضوابط کے مطابق ڈرافٹ دستیاب کرلیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی حجاج کرام دوسروں سے ۲۸ ہزار پاکستانی روپے کا ڈرافٹ منگواتے ہیں جس کے لئے انہیں ۳۲ ہزار یا اس سے زائد رقم دینی پڑتی ہے یعنی تقریباً ۴ ہزار روپے بلیک منی ادا کرنی پڑتی ہے، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح زائد رقم دے کر ڈرافٹ منگوانا جائز ہے؟ اس طرح کے ڈرافٹ منگواکر حج کرنے لئے جائے اور حج ادا کرے تو کیا فرض ادا ہوجائے گا؟ اس میں کوئی نقص تو نہیں؟ عموماً پاکستانی روپے دیے جاتے ہیں جو کہ ریال کی شکل میں وہاں ملتے ہیں پھر وہیں بینک میں دیے جاتے ہیں اور پاکستانی روپے کا ڈرافٹ مل جاتا ہے۔ وہ یہاں حج کی درخواست کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے، تو پھر حج کی درخواست منظور ہوتی ہے، لہٰذا اس طرح بھی حج ہوجائے گا یا کوئی کراہت یا نقص باقی رہے گا؟

ج:...... ۳۲ ہزار میں ۲۸ ہزار کا ڈرافٹ لینا دینا تو سودی کاروبار ہے۔ البتہ اگر ۳۲ ہزار کے بدلے میں ریالوں کا ڈرافٹ منگوایا جائے تو وہ چونکہ دوسری کرنسی ہے، اس کی گنجائش نکل سکتی ہے اور اگر کوئی ادارہ ڈرافٹ منگواکر دیتا ہو اور زائد رقم حق محنت کے طور پر وصول کرتا ہو تو یہ بھی جائز ہے۔

حج کے لئے ڈرافٹ پر زیادہ دینا:

س:...... آج کل حج کے واسطے ڈرافٹ منگواتے ہیں، کسی دلال کے ذریعے، وہ ہوتا ہے تیس ہزار کا لیکن اس منگوانے والے کو پانچ ہزار اوپر دیتے ہیں یعنی ۳۵۰۰۰ کا پڑجاتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس کو یہ پانچ ہزار کمیشن یا اس کی مزدوری کے طور پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ آیا یہ لین دین حلال ہے یا حرام، اسی طرح اگر بجائے پاکستانی روپے کے ڈالر یا دوسرے ملک کی رقم دے دیں تو آیا یہ جائز ہے یا ناجائز کیونکہ اس میں تو جنسیت بدل چکی ہے؟

ج:...... ڈرافٹ منگوانے کی جو صورت آپ نے لکھی ہے یعنی ۳۵ ہزار روپے دے کر ۳۰ ہزار روپے لینا یہ تو سمجھ میں نہیں آتی۔ البتہ اگر پانچ ہزار روپے ایجنٹ کو بطور اجرت دیے جائیں تو کچھ گنجائش ہوسکتی ہے روپے کے بدلے ڈالر یا کوئی اور کرنسی لی جائے تو جائز ہے۔

حج کے لئے جھوٹ بولنا:

س:...... سعودی گورنمنٹ نے پچھلے سال حج سے پہلے ایک قانون نافذ کیا تھا کہ کوئی بھی غیر ملکی جو سعودیہ میں ملازمت کررہا ہے، اگر اس نے ایک مرتبہ حج کرلیا تو وہ دوبارہ پانچ سال تک حج ادا نہیں کرسکتا۔ ہماری کمپنی ہر اس شخص کو ایک فارم پر کرنے کو دیتی ہے جس پر لکھا ہوتا ہے کہ میں نے پچھلے پانچ سال سے حج نہیں کیا ہے مجھے حج ادا کرنے کی اجازت دی جائے، نیچے اس شخص کے دستخط ہونے کے ساتھ ساتھ دو گواہوں کے نام اور دستخط بھی ہوتے ہیں۔

اب اگر میں اپنی والدہ یا بیوی کو اس سال حج کروانا چاہوں تو مجھے بھی ان کے ساتھ محرم کے طور پر حج کرنا ہوگا اور اس کے لئے مجھے درج بالا فارم پر کرکے یعنی جھوٹ لکھ کر اپنے دفتر میں جمع کرانا ہوگا، چونکہ میں نے دو سال پہلے حج کیا تھا۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح جھوٹ لکھ کر حج کرنا جائز ہے؟ اور اس طرح حج ادا ہوجائے گا یا اس طرح حج کرنے والا گناہگار ہوگا؟۔

ج:...... آپ جھوٹ کیوں بولیں آپ یہ لکھ کردیں کہ میں خود تو حج کرچکا ہوں لیکن اپنی والدہ یا بیوی کو حج کرانا چاہتا ہوں اس کی اجازت دی جائے۔

بینک ملازمین سے زبردستی چندہ لے کر حج کا قرعہ نکالنا:

س:...... ہم مسلم کمرشل بینک کے ملازم ہیں ہماری یونین نے ایک حج اسکیم نکالی ہے اور ہر اسٹاف سے ۲۵ روپے ماہوار لیتے ہیں اس پیسے سے قرعہ اندازی کرکے اسٹاف کو حج پر جانے کو کہا ہے۔ کیا اس چندے سے وہ بھی ۲۵ روپے ماہوار ایک سال تک، اس پیسے سے حج جائز ہے؟ کافی اسٹاف دل سے چندہ دینا نہیں چاہتا مگر یونین کے ڈر اور خوف سے ۲۵ روپے ماہوار دے رہا ہے۔ کیا اس طرح جب دل سے کوئی کام نہیں کرتا کسی کے ڈر اور خوف کے چندہ سے حج جائز ہے؟

ج:...... جو صورت آپ نے لکھی ہے اس طرح حج پر جانا جائز نہیں۔ اول تو بینک سے حاصل ہونے والی تنخواہ ہی حلال نہیں اور پھر زبردستی رقم جمع کرانا اور اس کا قرعہ نکالنا یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں۔

http://www.khatmo-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

۲۲تا۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۶تا۲۲ فروری ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ ۳۹

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان

مدیر: مولانا اللہ وسایا

☆ بیادگار ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆..........☆..........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

زرتعاون بیرون ممالک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۵ روپے سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے

چیک و ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش اکاؤنٹ نمبر ۹۵۹۹ کراچی (پاکستان) ارسال کریں

اس شمارے میں

گھوٹکی انتخابات کا شوشہ	(اداریہ)	4
قادیانیت کے سیاسی عزائم	(مولانا اختر علی خان)	6
قانون توہین رسالتؐ پر اقلیتوں کے اعتراضات کا جائزہ!!	(جناب محمد عطاء اللہ صدیقی)	9
طوفان سے ساحل تک	(جناب محمد اسد صاحب)	13
کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں میری	(جناب قدرت اللہ شہابؒ)	17
شہنشاہ خطابت حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ	(حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی)	20
قاری سید رشید الحسن نوراللہ مرقدہ	(صاحبزادہ عزیز الرحمن رحمانی)	22
جرمنی میں تین قادیانیوں کا قبول اسلام	(جناب حافظ محمد احمد)	26

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوۃ

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخلوط انتخابات کا شوشہ

ملک کے بعض علاقوں میں بلدیاتی انتخابات کا انعقاد جداگانہ طریقہ انتخابات کے ذریعہ کیا گیا، اگرچہ ان بلدیاتی انتخابات کو مذہبی جماعتوں نے مسترد کیا اور اس کو ملک کو تقسیم کرنے اور این جی اوز کے تسلط کا ذریعہ قرار دیا وہ ایک الگ بحث ہے اور ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ان بلدیاتی انتخابات کے ذریعہ ملک کئی ریاستوں میں تقسیم ہو جائے گا اور دشمن کو موقع ملے گا کہ وہ قوم کو جب چاہے طبقاتی طریقے سے تقسیم کر دے اور ایک بلدیاتی ریاست جس طرح چاہے ملٹی نیشنل کمپنی کی گود میں گر جائے، اس طرح اگر ایک بلدیاتی حلقہ انتخابات پر کوئی اقلیت قابض ہو جائے اور وہ علیحدگی کا اعلان کر دے تو اس سے امریکہ اور روس ممالک کو اقوام متحدہ کے ذریعہ یہ موقع ملے گا کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کریں اور انڈونیشیا کی طرح خدانخواستہ پاکستان میں بھی ریاست در ریاست کا دروازہ کھل جائے اور قادیانیوں اور عیسائیوں کا منصوبہ کامیاب ہو جائے، بہر حال یہ ایک الگ موضوع ہے ہمارا اس وقت موضوع عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس منتظمہ کا وہ خدشہ ہے جس کا اظہار اجلاس میں جو ۳ / فروری کو حضرت امیر مرکزیہ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت شیخ طریقت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم نائب امیر مرکزیہ، حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، جناب صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مشیر امیر مرکزیہ، صاحبزادہ خلیل احمد، صاحبزادہ سعید احمد، صاحبزادہ نجیب احمد، جناب لطا قریشی ناظم ختم نبوت سینٹر لندن اور راقم الحروف نے طویل غور و خوض کے بعد کیا۔ اس اجلاس میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ جب ۱۹۷۳ء کے آئین میں جداگانہ طریقہ انتخابات طے ہو چکا ہے۔ جنرل ضیاالحق مرحوم کے دور سے لے کر اب تک جو بھی انتخابات ہوئے اسی طریقہ انتخابات کی بنیاد پر ہوئے اور اس کی بنا پر ایک امتیازی حیثیت بھی برقرار ہے اور اقلیتوں کو بھی اس پر کوئی اشکال نہیں تو پھر وزیر بلدیات یا بعض دوسرے عناصر کی طرف سے اس شوشہ چھوڑنے کی وجہ شرارت کے سوا کچھ نہیں اور اس مطالبہ کے ذریعہ دراصل دوبارہ قوم میں اختلاف پیدا کرنے اور انتخابات کو التوا میں ڈالنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس طریقہ انتخابات کے ذریعہ اقلیتیں بھی مطمئن ہیں کیونکہ ان کی سیٹیں متعین ہیں، پھر اس کے ذریعہ ان کا ایک حلقہ انتخابات بھی متعین ہو جاتا ہے اور ہر اقلیت اپنے نمائندہ کے ذریعہ اپنے حقوق کا تعین بھی کر سکتی ہے، ایسی صورت میں اگر طریقہ انتخابات بدل کر مخلوط طریقہ انتخابات متعین کیا گیا تو پھر اندیشہ ہے کہ شکایات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ مخلوط طریقہ انتخابات میں اس کا امکان ہے کہ اقلیتوں کے نمائندہ منتخب ہی نہ ہو سکیں تو اس صورت میں پھر وہ یہ مطالبہ کریں گے کہ ان کو دو ووٹوں کا حق دیا جائے جس طرح پہلے اقلیتیں مطالبہ کر چکی ہیں، دراصل یہ مطالبہ اختلافات کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، اس لئے اس مطالبہ کو کسی صورت میں جائز اور بہتر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے ہم یہ کہیں گے کہ وزیر بلدیات یا جو لوگ اس قسم کے شوشہ چھوڑ رہے ہیں وہ دراصل قوم کو اختلافات میں ڈالنا چاہتے ہیں یا انتخابات کے التوا سے یہ بھی شنید ہے کہ کسی عدالت عالیہ میں اس قسم کی رٹ دائر کی گئی ہے کہ جداگانہ طریقہ انتخابات کو ختم کر کے مخلوط طریقہ انتخابات رائج کئے جائیں اگر واقعی ایسی کوئی رٹ داخل ہے تو حکومت فوری طور پر قانون کی بالادستی کے ذریعہ اس رٹ کا فیصلہ کرائے کیونکہ شنید ہے کہ اس رٹ کو التوا میں ڈالا ہوا ہے اور جب ضرورت محسوس ہو گی اس رٹ کے ذریعہ انتخابات کو فیصلہ کرنے تک ملتوی کرا دیا جائے گا یا اس رٹ کا فیصلہ وکلا کے

ختم نبوت

دلائل کے ذریعہ مخلوط انتخابات طریقہ پر کرا کر عین وقت میں اختلافات کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ ایسا کرنا بہت ہی خطرناک ہے کیونکہ اس قسم کے مطالبات پہلے بھی کیے جاچکے ہیں۔ قادیانیوں کے سالانہ جلسہ پر پابندی، امتناع قادیانیت آرڈی نینس کو سپریم کورٹ میں چیلنج وغیرہ جیسی پانچ رٹیں جنرل ضیاالحق مرحوم کے دور میں داخل کی گئیں اور ان کو قادیانی گروہ ملتوی کراتا رہا تا آنکہ اچانک بے نظیر کے دور میں ان رٹوں کی فوری سماعت شروع کرائی گئی، بڑے بڑے وکلأ کے ذریعہ سپریم کورٹ میں اس مسئلہ کو اٹھایا گیا، ادھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی وکلأ کے ذریعہ اس کا دفاع کیا اور اللہ تعالیٰ نے پاکستانی عدلیہ کا وقار بلند کیا۔ آئین اور قانون کی بالادستی ثابت ہوئی اور قادیانیوں کی سازش ناکام ہوئی اور ان کا یہ گمان کہ بے نظیر کے سیکولر دور میں وہ عدالت عالیہ میں اپنے من پسند فیصلے کرائیں گے غلط ثابت ہوا اور عدالت کے معزز ججوں نے تاریخی فیصلے کر کے پانچوں رٹوں کو قادیانیوں کے لئے وبال بنادیا اور عدالت عالیہ کے ذریعہ قادیانی اپنے جال میں خود ہی پھنس گئے۔ بہر حال حکومت اور عدلیہ کو اس پر گہری نگاہ رکھنی چاہئے کہ اس قسم کی رٹوں کو شرارت کے لئے التوأ میں نہیں ڈال دیا اور اگر ایسا جال پھیلانے کی کوئی کوشش کر رہا ہے تو عدلیہ اور حکومت نوٹس لے کر اس رٹ کا فوری طور پر فیصلہ کرے تاکہ سر پر تلوار کھڑی والی مثال سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اسی طرح جنرل مشرف صاحب سے منسوب ایک بازگشت بہت زیادہ پھیلائی جارہی ہے کہ انہوں نے اقلیتوں کے نمائندوں سے کہا ہے کہ وہ مخلوط انتخابات کے لئے عدالت سے رجوع کریں حالانکہ ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اقلیتوں کا جواب ان کے کسی مطالبہ پر دیا ہوگا لیکن اس حوالہ سے یہ بات پھیلائی جارہی ہے کہ جنرل مشرف مخلوط انتخابات کے حامی ہیں اور مخلوط انتخابات کرانا چاہتے ہیں، اس لئے انہوں نے اقلیتوں کو ابھارا ہے کہ وہ عدالت کے ذریعہ اپنا یہ حق حاصل کریں۔ ہم جنرل مشرف سے بھی یہ کہنے میں حق جانب ہیں کہ وہ فوری طور پر اس تاثر کو دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ پاکستان میں مخلوط انتخابات کے حامی نہ ہوں خدانخواستہ اگر یہ تاثر مشہور ہو گیا تو جنرل مشرف صاحب کی شخصیت مشکوک ہوگی، اس وقت حالات انتہائی نازک ہیں، افغانستان کی سرزمین پر نفاذ شریعت کے عمل نے پوری دنیا کی اسلام دشمن قوتوں کو اسلام کے خلاف اکٹھا کر دیا ہے۔ پاکستان کو افغانستان، کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کی حمایت کے باعث سزا دینے کی باتیں شروع ہو گئیں ہیں، افغانستان کی امداد کو پاکستان کے لئے مہنگا سودا قرار دیا جارہا ہے۔ طالبان کے خلاف موجودہ پابندیوں کو دراصل پاکستان کی پابندیوں کا پیش خیمہ قرار دیا جارہا ہے، ایسی صورت میں اقلیتوں، قادیانیوں کی طرف سے کوئی بھی تحریک مغرب اور امریکہ کو بہت مہنگی پڑے گی اور فوری طور پر وہ پاکستان کو سبق سکھانے کا یہ موقع ہاتھ سے نہیں گنوائیں گے، ایسی صورت میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کوئی بھی غلط شوشہ پاکستان کو عدم استحکام کا شکار بنا سکتا ہے، خاص کر حکومت کی جانب سے کوئی بھی غلط اقدام بہت زیادہ ضرر رساں ہوگا، اس لئے اس وقت اقلیتوں اور قادیانیوں کی تحریک کو غایت نظر سے دیکھنا چاہئے اور ان پر کڑی نگاہوں کی ضرورت ہے، اس وقت جذبات کی نہیں ہوش مندی کی ضرورت ہے، پاکستان بہت نازک دور سے گزر رہا ہے، افغانستان کی اسلامی ریاست کی بقأ، پاکستان کا استحکام، فلسطین کی آزادی، کشمیریوں کے بارے میں صحیح رخ پر منصوبہ بندی یہ وقت کے اہم معاملات ہیں۔ معمولی سا جذباتی فیصلہ ملک و ملت کو تباہی کا شکار بنا سکتا ہے، اس لئے تحمل کے ساتھ ان معاملات پر غور کر کے واضح طور پر اعلان کرنا چاہئے کہ سابقہ طریقہ انتخابات بحال رہے گا اور قادیانیوں، عیسائیوں کو آئین کے دائرے میں حقوق دیئے جائیں گے۔ پاکستان اسلامی نظام کی طرف پیش رفت کرے گا، یہ وقت کی ضرورت ہے اور پاکستان کے استحکام کی ضمانت بھی۔ قادیانیوں اور عیسائیوں کا پاکستان میں غیر مسلم اسٹیٹ بنانے کا منصوبہ کسی صورت میں کامیاب نہیں ہوگا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس کا راستہ روکنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہے گی اور جب بھی ضرورت محسوس ہوگی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے دینی جماعتوں کے ذریعہ ہر اقلیت اور قادیانیت کے ناپاک منصوبوں کو ناکام بنایا جائے گا۔ (انشاءاللہ)

ختم نبوۃ

مولانا اختر علی خانؒ

قادیانیت کے سیاسی عزائم

مراسلہ: حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

خطبہ مسنونہ کے بعد!

روزنامہ "زمیندار" کے ایڈیٹر اور مجاہد ملت مولانا ظفر علی خان کے فرزند ارجمند مولانا اختر علی خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اس کانفرنس کے منتظمین نے میری گوجرانوالہ میں آمد مجھے "تحفظ ختم نبوت کانفرنس" کی صدارت کا اعزاز بخش کر میری قدر افزائی ہی نہیں کی بلکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے غیر معمولی عزم وثبات کا اور مجاہدانہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ہے، جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ سید المرسلین خاتم الانبیاؐ حضور سرور کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے اس جھنڈے کو سربلند رکھا جائے جس پر کٹ مرنا مسلمانوں کے لئے عین سعادت بلکہ عین شہادت ہے، اگر آپ نے اس ضبط و نظم اور صبر واستقلال سے کام لیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ منزل مقصود دور نہیں ہے، اور آپ بہت جلد پاکستان کی سرزمین کو ان دشمنان ناموس رسالت سے پاک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، جو نہ صرف مسلمانوں کے اندر گھر کر فتنہ و تخریب کے نئے نئے بیج بو رہے ہیں بلکہ جن کے پیش نظر بعض غیر اسلامی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کے لئے زمین ہموار کرنا بھی ہے۔

(مولانا اختر علی خان مولانا ظفر علی خان کے فرزند ارجمند اور روزنامہ "زمیندار" کے ایڈیٹر اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے قائدین میں سے تھے، اپنے اخبار کو تحریک کی ترجمانی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ۱۶/ دسمبر ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۷/اکتوبر ۱۹۵۸ء کو انتقال فرمایا، کرم آباد وزیر آباد میں محو استراحت ہیں)

روزنامہ "زمیندار" کی کھلی چٹھی:

حضرات! پچھلے دنوں جب میں نے پاکستان مسلم لیگ کے صدر خواجہ ناظم الدین کے نام زمیندار میں ایک کھلی چٹھی شائع کی تو مرزائیوں کے ترجمان سول اینڈ ملٹری گزٹ اور الفضل نے اپنے اداریوں میں حکومت کی دہائی دی، اور مجھے "تخریب پسند" اور "فتنہ پرداز" قرار دے کر ارباب قیادت کو اکسایا کہ وہ میری اور میرے اخبار کی زبان بندی کریں، لیکن اس کے جواب میں، میں نے واشگاف الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ:

"اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس پر کٹ مرنا "تخریب" ہے، اگر ملت اسلامیہ کو ایک مفتری اور کاذب کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا "فساد" ہے، اگر پاکستان کی وحدت و یکجہتی کو برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو آستین کے سانپوں سے آگاہ کرنا "فتنہ" ہے، اگر حصول کشمیر کے لئے ایک ایسے وزیر خارجہ کی برطرفی کا مطالبہ کرنا جس پر قوم کے کسی بھی صحیح العقیدہ فرد کو اعتماد نہیں رہا "افتراق" ہے تو خدا میں "تخریب پسند" ہوں اور مجھے اس "فتنہ و فساد" اور "افتراق و نفاق" پر بے پناہ فخر ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس نصب العین کی خاطر مجھے تختہ دار پر بھی لٹکا دیا جائے تو میں اس سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہوں۔

استیصال مرزائیت جزو ایمان:

کیونکہ استیصال مرزائیت کوئی پولیٹکل اسٹنٹ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے دین وایمان کا ایک بنیادی جزو ہے، جس سے دنیا کی کوئی طاقت ان کو منحرف نہیں کر سکتی۔

آپ خود غور فرمایئے کہ مرزائیوں نے آقائے دو جہاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ایک دجالانہ اور مفتریانہ ناپاک نبوت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے، وہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو بلا تخصیص وبلا امتیاز کافر قرار دیتے ہیں، بلکہ مرزا بشیر الدین محمود نے یہاں تک لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ان کے والد کا نام بھی نہیں سنا وہ بھی کافر ہیں۔ ان کے لٹریچر میں نہ صرف مسلمانوں کی مقدس و محترم شخصیتوں کے حق میں گالیاں تصنیف کی گئی ہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے قلم کی زہر چکانیوں سے تو خود سردار دو عالم سیدۃ النساءؓ اور اہل بیتؓ کی ذات ہائے گرامی بھی محفوظ نہیں رہ سکیں، اور اس کی تحریریں پڑھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ:

ناوک نے ترے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

قادیانیوں کے نزدیک امت مسلمہ کافر ہے:

اسی پر بس نہیں، قادیانی حضرات مسلمانوں کو "مسلمان کہلانے والے" یا "غیر احمدی" لکھتے ہیں، اس کے علاوہ قادیانیوں نے مسلمانوں کا

ختم نبوۃ

مجلسی، معاشرتی اور اقتصادی مقاطعہ بھی کر رکھا ہے، بلکہ اگر مسلمانوں کا کوئی معصوم بچہ بھی فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

قادیانی ہدایت کے نام پر برابر فتنہ و ارتداد پھیلا رہے ہیں، لیکن ان تمام حقائق و واقعات کے باوصف کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ان کو "تخریب پسند" اور "فتنہ پرداز" کہنے کی جرأت ان کے کسی ہموا کو نہیں ہوتی؟ البتہ اگر مسلمان اس پر فریب نقاب کو تار تار کرنے کی کوشش کریں جو مرزائیوں نے اپنی دجالانہ سرگرمیوں پر ڈال رکھی ہے تو نہ صرف حکومت کی بلند و بالا پیشانی پر آڑی ترچھی شکنیں نمودار ہو جاتی ہیں بلکہ ان کو تنگ دین، تنگ وطن، تنگ قوم اور نہ جانے کس کس لقب کا مورد گردانا جاتا ہے۔

اصل بات :

دراصل بات یہ ہے کہ جو لوگ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علمبرداروں کو فتنہ پرداز اور تخریب پسند قرار دے رہے ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ تحریک محض "پولیٹیکل اسٹنٹ" کے طور پر شروع کی گئی ہے اور اس کا مقصد محض مخصوص عناصر کو برسر اقتدار لانے کے سوا کچھ نہیں ہے، لیکن میں اس اسٹیج پر کھڑے ہو کر واضح الفاظ میں یہ اعلان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ :

"ناموس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کے جاں نثاروں پر اس سے بڑھ کر شرمناک کذب آمیز اور فتنہ انگیز اتہام نہیں باندھا جاسکتا۔"

تحریک ختم نبوت کا آغاز :

استیصال مرزائی کی تحریک نئی نہیں ہے، بلکہ اس کا آغاز اسی زمانہ میں ہو گیا تھا جب مرزا غلام احمد نے "براہین احمدیہ" لکھ کر پہلے فضا کا جائزہ لیا، اس کے بعد جب دیکھا کہ مسلمانوں کی سادہ دلی سے بہ آسانی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے تو یکایک دعوئی نبوت کر دیا، لیکن شاید موجودہ نسل کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ یہ دعوئی رسالت اسلام کی کسی بھلائی اور خیر خواہی کے مقصد کے پیش نظر نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کے پس پردہ ایک خالص سیاسی مصلحت کار فرما تھی۔

انیسویں صدی کے اواخر میں جب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سکھوں کے ظلم و تشدد کے خلاف بغاوت کی تو رفتہ رفتہ پشاور سے پٹنہ تک تمام مسلمان بیدار ہو گئے اور ان کی رگوں میں مجاہدانہ جوش و خروش کا ایک نیا طوفان انگڑائیاں لینے لگا، لیکن بد قسمتی سے اہل وطن کے ایک مفاد پرست طبقہ کی غداریوں اور ریشہ دوانیوں کے طفیل حادثہ بالا کوٹ کے بعد یہ تحریک زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ تاہم جوش جہاد اور جذبہ قربانی کی جو آگ حضرت سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے مسلمانوں کے سینے میں سلگائی تھی، اس کے شعلے اس تحریک کے خاتمہ کے بعد بھی روشن رہے۔ چنانچہ جب انگریز نے پنجاب پر اپنا تسلط جمایا تو اس کے اقتدار کے راستہ میں جو سب سے بڑی رکاوٹ حائل ہوئی وہ مسلمانوں کا جذبہ جہاد تھا۔ انگریز کے ذہن میں ابھی ہلال و صلیب کے معرکوں کی یاد تازہ تھی وہ جانتا تھا کہ جب تک مسلمانوں کے دل میں جنگ و جہاد کا یہ آتشیں جذبہ موجود ہے وہ اس سرزمین میں اپنے قدم مضبوطی کے ساتھ جمانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کے دل سے اس جذبہ کو نکال پھینکنے کا تہیہ کر لیا، لیکن ظاہر ہے کہ جب تک اسلامی لٹریچر میں عمل و جہاد کی تعلیم موجود ہے وہ اپنے ناپاک ارادے میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے؟ چنانچہ اس نے ان عناصر کو تقویت پہنچانا شروع کر دیا جس کو تملق اور خوشامد کے جوش میں دین کو بھی سیاست پر قربان کر دینے میں تامل نہ ہو سکتا تھا۔ مرزا غلام احمد کے آبا و اجداد چونکہ "پچاس گھوڑوں" اور بے شمار سپاہیوں کی کمک دے کر وطن دشمنی اور قوم فروشی کا ریکارڈ قائم کر چکے تھے اور اتفاق سے مرزا غلام احمد بچپن سے دینیات اور بحث مباحثے کے بھی شوقین تھے، اس لئے انگریز کی نگاہ انتخاب انہی پر پڑی۔

انگریز سرپرستی :

چنانچہ مرزا صاحب نے پہلے تو امت محمدیہ کو انگریز پرستی کا درس دینا شروع کیا اور اسے دین کا لازمی جزو قرار دیتے ہوئے ان لوگوں کو اپنی شریفانہ زبان میں "حرامزادے" کا لقب دیا، جو انگریز کے مخالف تھے اس کے بعد اس کو اساس دین قرار دے کر اس کی اطاعت کا درس دیا ہے۔ (دیکھئے آئینہ کمالات اسلام، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

چنانچہ ملکہ وکٹوریہ کے علاوہ انہوں نے متحدہ ہند کے انگریزی حکام کے نام جو مکتوب لکھے ہیں ان میں اس بات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ : "میں نے انگریز ہی کی رضا کی خاطر اور اسی کی ضیأ سے "اکتساب نور" کر کے اس نبوت کاذبہ کا ڈھونگ رچایا ہے، اور میرے خاندان کا رواں رواں نہ صرف اس کے احسانات کے نیچے دبا ہوا ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میرا خاندان اسی کا "خود کاشتہ پودا" ہے۔

ادھر سوء اتفاق سے چونکہ اسلامی لٹریچر مجوسیت اسرائیلیت اور ہندومت کی تعلیمات سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب کو ایسے حوالے تلاش کرنے میں وقت نہ ہوئی، جو ان کے "سیاسی دین" کو تقویت پہنچانے میں کافی ممد ثابت ہو سکتے تھے۔ چنانچہ ان کا کاروبار مسلمانان ہند میں دیکھتے ہی دیکھتے چمک اٹھا۔

یوں تو اس وقت متحدہ ہندوستان میں بے شمار علمأ ایسے تھے جو مرزا قادیان کے دعوئی نبوت

ختم نبوۃ

کی اس حقیقت کو بہت جلد بھانپ گئے اور انہوں نے اپنے اپنے طور پر مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ بھی کیا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ سب سے پہلے شخص والد محترم حضرت مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے اس فرقہ ضالہ کے خلاف تحریری طور پر باقاعدہ اور منظم تحریک کی بنیاد ڈالی، چنانچہ ۱۹۰۷ء میں جب وہ "دکن ریویو" نکالتے تھے تو انہوں نے مرزائیت کے خلاف سب سے پہلا مقالہ لکھا، جس نے مرزائیت کی صفوں میں کھلبلی ڈال دی، اس کے بعد والد محترم نے نظم و نثر کے ذریعہ سے مرزائے قادیان کے دجل و فریب کی جو دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیری ہیں ان کا تذکرہ میرے لئے ناممکن ہے۔

بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ آج استیصال مرزائیت کے علمبرداروں پر انتشار و تخریب کا آوازہ کسا جاتا ہے لیکن یہ تحریک نئی نہیں ہے، بلکہ اس کا آغاز اس وقت کیا گیا تھا جب اس موضوع پر لب کشائی کی کوشش کرنا بھی فرنگی قوانین کے تحت دار و رسن کو دعوت دینے کے مترادف تھا، اصولاً تو قادیانیت کو بھی انگریز کے ساتھ ہی بوریا بستر گول کر جانا چاہئے تھا، لیکن قیام پاکستان کے بعد اس نے ایک نیا رخ اختیار کیا ہے۔ قادیانیوں نے پہلے تو ریڈکلف کے سامنے اپنا معاملہ جداگانہ پیش کر کے درپردہ یہ کوشش کی کہ قادیان پر ان کی سیادت تسلیم کر لی جائے۔

(مولانا ظفر علی خانؒ روزنامہ زمیندار کے چیف ایڈیٹر اور تحریک ختم نبوت کے نامور قائدین اور راہنماؤں میں سے تھے، تاریخ محاسبہ قادیانیت میں سرفہرست ان کا نام ہے۔ آپ نے نظم و نثر میں قادیانیت کا احتساب کیا۔ ۸/جنوری ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۷/نومبر ۱۹۵۶ء میں وفات پائی کرم آباد (وزیر آباد) میں آرام فرما ہیں۔)

ربوہ کا قیام:

لیکن جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے پاکستان کا رخ کیا، اور یہاں پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانسس موڈی کے تعاون سے جھنگ میں ہزاروں ایکڑ اراضی اونے پونے داموں میں خرید کر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا، اس کے بعد ان کی جن ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع ہوا وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان کی جانب سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

قادیانیوں کے سیاسی عزائم:

خلیفہ قادیان نے پہلے تو ایک خطبہ جمعہ میں کہا کہ:

"ہمارے پاس پاکستان کا ایک تو صوبہ ایسا ہونا چاہئے جس میں مرزائیت کو غالب اکثریت حاصل ہو۔"

اس کے بعد اپنے مریدوں کو مشورہ دیا کہ فوج میں چونکہ مرزائیوں کی تعداد اطمینان بخش حد تک پہنچ چکی ہے، اس لئے وہ اپنی توجہ دیگر سرکاری ملازمتوں پر مرکوز رکھیں تاکہ کوئی دفتر ایسا نہ رہے جس کی کلیدی اسامیوں پر انہی کا قبضہ نہ ہو۔

سندھ میں مرزائیوں کی زمینیں پہلے ہی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ادھر آزاد کشمیر پر مرزائی چھائے ہوئے ہیں، ظاہر ہے اگر سرکاری دفاتر میں بھی مرزائیوں کی اکثریت ہو جائے تو مسلمانوں کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے؟ اسی متوقع کامیابی کے نشہ سے سرشار ہو کر قادیانیوں کے خلیفہ نے یہ لن ترانی ہانکی تھی کہ:

"وہ دن دور نہیں جب وہ تمام مسلمان جو مرزائیوں کی مخالفت کرتے ہیں مجرموں کی حیثیت سے ان کے حضور میں پیش کئے جائیں گے۔"

"۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے تم تمام مسلمانوں کو مجبور کر دو کہ وہ تمہارے پاؤں میں آگریں۔"

ادھر وزارت خارجہ پر چونکہ چودھری ظفر اللہ خان کا قبضہ ہے، اس لئے مرزائیوں کے لئے اپنی اسکیموں کو بروئے کار لانا دشوار نہیں رہا۔ چودھری ظفر اللہ خان کو پاکستان سے کتنی دلچسپی ہے؟ اس کا اندازہ ان خطوط سے ہو سکتا ہے جن کا عکس زمیندار میں شائع ہو چکا ہے، اور جن پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ پاکستان کے خرچ پر یو این او جاتے ہیں تو راستہ میں نہ صرف اپنے مشنوں کا دورہ کرتے رہتے ہیں بلکہ جب مسئلہ کشمیر پر بحث کا موقع آتا ہے تو یو این او کے اسمبلی چیمبر میں پہنچ کر نیند کے مزے لینے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ زمیندار میں وہ تصویر بھی شائع ہو چکی ہیں جس میں ان کو بنچ پر بیٹھے ہوئے خواب خرگوش کے مزے لیتے دکھایا گیا ہے۔

دین و ایمان کے ڈاکو:

ان حالات میں مسلمانوں کو سوچنا ہے کہ آیا وہ ایسے فرقہ کو برداشت کر سکتے ہیں جو نہ صرف ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے بلکہ پاکستان اور ملت اسلامیہ کی وحدت اور یکجہتی کو بھی ختم کرنے کے درپے ہے؟ اگر نہیں تو سوال یہ ہے کہ انہوں نے استیصال مرزائیت کے لئے اب تک کیا کیا؟ بدقسمتی سے تقسیم کے ہنگامہ نے مسلمانوں میں منفی ذہنیت پیدا کر دی ہے، اور وہ اپنے مسائل کو پرجوش نعروں اور ہنگامہ خیز قراردادوں یا زیادہ سے زیادہ جلسے جلوسوں اور مظاہروں کے ذریعہ سے حل کرنا چاہتے ہیں، لیکن میں آپ کو بتادوں کہ مرزائیت کا قلع قمع ان منفی ذرائع سے نہیں ہو سکے گا، بلکہ اس غرض کے لئے ان کو وہی خط عمل اختیار کرنا پڑے گا جو آل مسلم پارٹیز کنونشن نے ان کے لئے تجویز کیا ہے۔

(خطبات ختم نبوت حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی)

ختم نبوۃ

قسط نمبر2

محمد عطاء اللہ صدیقی

قانون توہین رسالتؐ پر اقلیتوں کے اعتراضات کا جائزہ

غیر مسلموں پر قانون توہین رسالتؐ کے نفاذ کی شرعی حیثیت :

بشپ الیگزینڈر ملک نے اقلیتوں کو قانون توہین رسالتؐ سے مستثنیٰ قرار دینے کے لئے زکوۃ اور شراب کے قوانین کا حوالہ دیا ہے۔ اگر اسلامی تاریخ کے اولین روشن باب پر وہ نگاہ ڈالتے تو اس طرح کا غیر منطقی استنباط ہرگز نہ کرتے۔ یہ درست ہے کہ غیر مسلموں کو زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا لیکن اسلامی ریاست میں انہیں ذمی کا درجہ حاصل تھا اور ذمیوں سے خاص نوعیت کا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ پاکستان آئینی اعتبار سے ایک اسلامی ریاست ہے لیکن یہاں کوئی بھی اقلیتی رکن ذمی کی حیثیت قبول نہیں کرے گا بلکہ اسے توہین آمیز اور امتیازی سلوک کا نام دیا جائے گا۔ اس ضمن میں دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے قرون اولیٰ اور از منہ وسطیٰ میں جب اقلیتوں کو زکوۃ اور شراب کی پابندی کے اسلامی قوانین سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا، اس زمانے میں بھی عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر غیر مسلموں پر خود رسالت مآبؐ، خلفاء راشدینؓ، بنو امیہ، بنو عباس اور اسپین میں مسلمانوں کے اقتدار کے زمانے میں توہین رسالت کا قانون نافذ رہا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں قرآن و سنت، آثار صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں کے مذاہب اربعہ کے اقوال جمع کرنے کے بعد یہ رائے دی ہے کہ : "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت اور اکرام و احترام واجب اور آپؐ کے دشنام طراز کو قتل کرنا واجب ہے" ابو الفضل قاضی عیاضؒ اندلس میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔ انہوں نے اپنی معروف تصنیف "کتاب الشفا" میں توہین رسالتؐ کے موضوع پر کئی ابواب قلم بند کئے ہیں۔ اس کتاب میں ایک مقام پر وہ فرماتے ہیں :

"تمام علماء امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ شاتم رسولؐ یا وہ شخص جو آپؐ میں نقص نکالے، کافر اور مستوجب وعید و عذاب ہے اور پوری امت کے نزدیک واجب القتل ہے۔"

امام مالکؒ نے فرمایا کہ :

"جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی اور نبی کو گالی دے، اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔"

جناب محمد اسمٰعیل قریشی صاحب کی کتاب "ناموس رسولؐ اور قانون توہین رسالت" اس موضوع پر اب تک اردو زبان میں جامع ترین حوالہ کی کتاب ہے، جس میں انہوں نے قدیم و جدید علماء کے اقوال و نظائر کو جمع کرنے کے ساتھ ابن تیمیہؒ اور قاضی عیاضؒ کی کتب کے متعلقہ حصوں کے تراجم بھی نقل کر دیئے ہیں۔ اپنی اس قابل قدر تالیف میں فاضل مصنف نے کعب بن اشرف یہودی سردار مدینہ، ایک عیسائی راہب اور متعدد دیگر غیر مسلم گستاخان رسولؐ کے واقعات نقل کئے ہیں، جنہیں توہین رسالتؐ کے جرم کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔ مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں پاکستان کے مسیحی راہنماؤں کا مندرجہ بالا مطالبہ منظور کرنا شریعت اسلامیہ کی سنگین خلاف ورزی میں شمار ہوگا۔ جس کی مسلم اکثریت کبھی بھی اجازت نہیں دے گی۔

۳ : مسیحیوں سے توہین رسالت کا صدور، تاریخی شواہد :

بادی النظر میں بشپ الیگزینڈر ملک، انسانی حقوق کی تنظیموں اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی آراء سے اتفاق کرنا مشکل ہے جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ۲۹۵-سی کے تحت توہین رسالتؐ کے جتنے بھی مقدمات سامنے آئے ہیں، ان کے محرکات کچھ اور تھے اور تاریخی شہادتوں اور حال میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی روشنی میں بشپ آف لاہور کی طرف سے یہ یقین دہانی کہ : "کوئی مسیحی نبی پاکؐ کی توہین کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ پاکستان میں بسنے والی مسیحی برادری کی اکثریت مسلمانوں کے پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کی ادائیگی سے احتراز کرتی ہے لیکن تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ہر دور میں عیسائیوں کی دل آزاری کا سامان کرتی رہی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اس عیسائی راہب کے بارے میں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا، قول نقل کیا ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ : "اگر میں اس کی بات سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا۔"

ختم نبوت

گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کے دوران مسلمانوں اور مسیحی یورپ کے درمیان صلیبی جنگوں نے کلیسا کے کار پردازوں کے دلوں میں اسلام اور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت کے جذبات کو مزید ہوا دیا تھا۔ اس دور میں عیسائی پادریوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تحریر کی جانے والی کتابوں میں سرور کائنات، محسن انسانیتؐ کے خلاف بے حد اہانت آمیز اور گھٹیا الزام تراشی پر مبنی تحریریں ملتی ہیں۔ شاتم رسولؐ سلمان رشدی ملعون نے اپنی "شیطانی ہفوات" میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو نام استعمال کیا ہے (جس کو دہرانے کی راقم میں ہمت نہیں) وہ پہلی دفعہ مسیحی مصنفین نے استعمال کیا تھا۔ مسلم اسپین کی تاریخ میں ایک جنونی پادری نے مسیحی نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل ایک گروہ تشکیل دیا تھا جنہیں تربیت دی جاتی تھی کہ وہ نماز جمعہ کے فوراً بعد قرطبہ کی جامع مسجد کے بیرونی دروازے پر کھڑے ہو کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات (معاذاللہ) کہیں۔ ایسے مسیحی گستاخان رسولؐ کو جنت کی بشارت دی جاتی تھی۔ مسلمان، شاتمان رسول کو پکڑ کر قرطبہ کے قاضی کے حوالے کر دیتے۔ قاضی کے سامنے جرم کا اعتراف کرنے والوں کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ اس وقت ختم ہوا جب اس بڈھے جنونی پادری کو سزائے موت ہوئی۔ مشہور یورپی مورخین اسٹینلے لین پول، ڈوزی، واشنگٹن ارونگ اور پی کے ہٹی نے اس گروہ کو جنونی قرار دیتے ہوئے ان کی مذمت کی ہے۔

پروفیسر فلپ کے ہٹی دور حاضر میں عرفی نیا... ...یخ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ وہ نسٹن ...ی ادب کے پروفیسر رہے ہیں۔ ...ر مغرب" کے عنوان سے امریکہ میں ان کی ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس کتاب کا چوتھا باب "اسلام مغربی لٹریچر میں" کے نام سے ہے، جس میں انہوں نے اسلام، اسلامی تاریخ اور اسلامی شخصیتوں کے بارے میں ۱۲۹ اقتباسات نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"قرون اولیٰ و وسطیٰ کے مغربی لٹریچر میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو عام طور پر جعل ساز اور جھوٹے رسول (نعوذباللہ، العیاذباللہ) کی حیثیت سے متعارف کرایا جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے نزدیک قرآن ایک بناوٹی کتاب (نعوذباللہ) اور اسلام ایک نفس پرستانہ طریق حیات تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ڈیڑھ صدی تک ان کے پیروکار پہلے مدینہ، پھر دمشق اور اس کے بعد بغداد سے نکل کر بازنطینی سلطنت کو روندتے رہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے ہوئے مسیحیت کے مشرقی دارالسلطنت کے دروازے تک پہنچ گئے۔ تقریباً آٹھ سو برس تک مسلمان اسپین پر قابض رہے، سسلی دو صدیوں ان کے قبضہ میں رہا اور اٹلی کے خلاف ایک فوجی اڈے کا کام کرتا رہا۔ بارہویں اور تیرھویں صدی کے دوران مغربی اقوام مسلمانوں کی زمین پر صلیبی جنگ لڑتی رہیں۔ ان صلیبی لڑائیوں کی یاد آئندہ نسلوں میں باقی رہی۔"

وہ آگے جاکر لکھتے ہیں:

"زرتشت، بدھ ازم اور کم ترقی یافتہ مذاہب کی کبھی اس طرح سے نفرت اور تحقیر نہیں کی گئی جیسا کہ اسلام کے ساتھ پیش آیا۔ بنیادی طور پر خوف، دشمنی اور تعصب تھا جس نے اسلام کے بارے میں مغرب کے نقطہ نظر کو متاثر کیا۔"

"فلپ کے ہٹی نے شام کے مشہور عیسائی عالم سینٹ آف دمشق (۷۴۹ء) کا ذکر کیا ہے جو بازنطینی روایات کا بانی تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں اسلام کا تعارف ایک مت پرستانہ مذہب کی حیثیت سے کیا ہے، جس میں ایک خود ساختہ (نعوذباللہ) رسول کی پرستش ہوتی ہے۔ اٹلی کے مشہور شاعر دانتے (۱۳۲۱ء) نے "ڈیوائن کامیڈی" میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر بے حد اہانت آمیز طریقے سے کیا ہے۔ بازنطینیوں میں پہلا شخص جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باقاعدہ ذکر کیا اور اسلام پر گفتگو کی، وہ مورخ تھیوفین تھا جس کا انتقال ۸۱۸ء میں ہوا۔ وہ بغیر کسی حوالے کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرقی باشندوں کا حکمران اور خود ساختہ (نعوذباللہ) رسول لکھتا ہے۔ قرطبہ کا ایک بشپ یولوگیس جو اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے بغض کا اظہار بے حد توہین آمیز طریقے سے کرتا ہے۔ عیسائی عالموں نے ایک مضحکہ خیز کہانی ایجاد کی کہ: "اسلام کے بانی نے ایک سفید کبوتر کو تربیت دے رکھی تھی تاکہ وہ ان کے کندھے پر بیٹھا رہے اور کان کے اندر پڑے ہوئے دانے کو چگنے کے لئے کان میں چونچ مارتا رہے۔ اس سے وہ عیسائیوں کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ کبوتر کے ذریعہ سے روح القدس ان کو الہام کر رہا ہے۔ یہ بے ہودہ افسانہ اس قدر مشہور ہوا کہ وہ انگریزی ادب میں شامل ہوگیا۔" چنانچہ شیکسپیئر نے اپنے ایک کردار کے ذریعے اس کہانی کو دہرایا ہے۔ الزبتھ دور کا ایک اور نامور مصنف فرانسس بیکن اپنے مضامین میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تضحیک اور استہزا کا نشانہ بناتا تھا۔ ۱۶۷۹ء میں ایک انگلش پادری لانس لاٹ ایڈیسن نے ایک کتاب لکھی جس کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ اسلام ایک مکارانہ مذہب کا معیاری نمونہ ہے۔ فرانس کا مشہور ادیب والٹیر اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود ۱۷۴۲ء میں شائع ہونے والی "ٹریجڈی" میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بے حد قابل اعتراض پیرائے میں کرتا ہے۔ انیسویں صدی کے نام سے لکھی جانے والی کتاب

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ دہنی اور گستاخیاں کی ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ کے دور میں برصغیر پاک و ہند میں آنے والی عیسائی مشنری اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا حملے کیا کرتے تھے۔"(ماخوذ از پی کے ایچ)

مندرجہ بالا تاریخی شہادتوں اور بعض ذاتی مشاہدوں کی بنیاد پر بشپ آف لاہور کی اس ضمانت اور یقین دہانی کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی کہ: "کوئی مسیحی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"

سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو اگرچہ ہائی کورٹ نے ناکافی شہادتوں کی بنا پر توہین رسالتؐ کیس سے بری قرار دیا تھا لیکن اس واقعے کے بعض گواہوں کو اب بھی یقین ہے کہ سلامت مسیح نے توہین رسالتؐ پر مبنی تحریر مسجد میں پھینکی تھی۔ سلامت مسیح کے چچا نے کراچی سے مقامی مولوی صاحب کو جو خط لکھا تھا اس میں اس نے اعتراف کیا تھا کہ سلامت مسیح سے غلطی ہوئی ہے جس کی میں معافی چاہتا ہوں۔ ایوب مسیح کا کیس جس میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے ۲۷/ اپریل کو سزائے موت سنائی ہے، مسیحی قیادت کی تکرار کے باوجود کہ اس مقدمے کا اصل محرک زمین کا جھگڑا ہے، مقامی لوگ ان کے اس دعویٰ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مختصراً یہ کہ مسیحی اقلیت کے بعض افراد کی طرف سے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

۴: کیا اس قانون میں عدلیہ سے آزادی فیصلہ اور انصاف کا حق چھینا گیا ہے؟

جہاں تک تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-سی سے عمر قید کی سزا حذف کر کے سزائے موت کو لازمی قرار دینے کا تعلق ہے، یہ تبدیلی ججوں سے عدل وانصاف کا حق چھیننے کی غرض سے نہیں لائی گئی۔ ایسی بیان بازی فرسودہ پراپیگنڈہ سے زیادہ نہیں ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ یہ تبدیلی ایک بدیہی آئینی تقاضے کی تکمیل ہے۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۲۷ کی رو سے پاکستان میں مروجہ تمام قوانین و قواعد و ضوابط کو قرآن و سنت سے ہم آہنگ کرنا لازمی ہے۔ امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ توہین رسالتؐ جیسے سنگین جرم کی سزا صرف موت ہے۔ اسلامی ریاست کا فریضہ ہے کہ وہ کسی بھی جرم کی سزا کے تعین کے لئے معیار صرف قرآن و سنت کی تعلیمات کو بنائے۔ اسلام اقلیتوں کے جان ومال کو تحفظ دیتا ہے اور بہت سے ان کے سیاسی و سماجی حقوق کو تسلیم کرتا ہے لیکن جہاں تک جرم وسزا کے نفاذ کا تعلق ہے، اس میں اقلیتوں کے اعتراضات و خدشات کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات واحکامات کو ہی پیش نظر رکھتا ہے۔

گستاخان رسول کی روز افزوں جسارتوں کے پیش نظر مجاہد ناموس رسالتؐ، جناب محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ کی شبانہ روز جدوجہد اور تحریک پر ۱۹۸۶ء میں آپا نثار فاطمہ مرحومہ نے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ ۲۹۵-سی کا بل، جس کی رو سے شاتم رسولؐ کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی، پیش کیا۔ اس وقت کے وزیر قانون اقبال احمد خان صاحب نے شروع میں اس بل کی حمایت سے معذرت کا اظہار کیا، لیکن بعد میں حکومت وقت مسلمانوں کے اس متفقہ مطالبے کے پیش نظر اس کی مخالفت کی جرأت تو نہ کر سکی البتہ وزارت قانون کی طرف سے اس بل میں یہ ترمیم کردی گئی کہ شاتم رسولؐ کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح دفعہ ۲۹۵-سی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کردیا گیا۔ جناب اسمٰعیل قریشی صاحب نے اس بل کے پاس ہونے کے مراحل اور پس منظر کو اپنی کتاب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یہاں یہ وضاحت کردینا بھی ضروری ہے کہ آپا نثار فاطمہ کے قومی اسمبلی میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا بل پیش کرنے سے دو سال قبل یعنی ۱۹۸۴ء میں محمد اسمٰعیل قریشی صاحب فیڈرل شریعت کورٹ میں پاکستان کے آئین کی دفعہ ۲۰۳ ڈی کے تحت پٹیشن نمبر ۱/ ایل ۱۹۸۴ء دائر کرچکے تھے۔ اس شریعت پٹیشن میں دفعہ ۲۹۵-اے تعزیرات پاکستان کو چیلنج کیا گیا تھا جس میں توہین مذہب کی سزا دو سال مقرر تھی اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بھی یہی تھی۔ اس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا، سزائے موت بطور حد مقرر کی جائے۔ اس شریعت پٹیشن میں اس کے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزرائے قانون، سابق اٹارنی جنرل، سابق ایڈووکیٹ جنرل، لاہور ہائی کورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان سمیت ایک سو پندرہ شہری تھے۔ فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا تھا۔ درخواست گزار جناب اسمٰعیل قریشی اور ان کے دیگر رفقاء ۲۹۵-سی کے تعزیرات پاکستان میں بذریعہ آرڈی نینس ۱۹۸۸ء شامل کرلئے جانے کے باوجود مطمئن نہیں تھے کیونکہ اس میں سزائے موت کے ساتھ عمر قید کو بھی رکھا گیا۔ جناب قریشی صاحب کے اپنے الفاظ میں:

"لیکن چونکہ اس دفعہ سے راقم الحروف (اسمٰعیل قریشی) مرحومہ آپا نثار فاطمہ، علمأ کرام، وکلا اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اس لئے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں ۲۹۵-سی کو راقم الحروف نے "مسلم ماہرین قانون کی تنظیم" کی

جانب سے اس بنا پر چیلنج کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں حکومت ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت یکم اپریل ۸۷ء کو شروع ہوئی...... بالآخرہ ساعت سعید بھی آگئی، جب فیڈرل منظور کرتے ہوئے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی متبادل سزا "عمر قید" کو غیر اسلامی اور قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ ۲۹۵-سی سے حذف کیا جائے، جس کے لئے حکومت کو ۳۰ اپریل ۹۱ء تک کی مہلت دی گئی۔ اس کے خلاف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جو بعد میں واپس لے لی گئی جس کے بعد توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا پاکستان بطور "سزائے حد" نافذ ہو گئی۔"

(ناموس رسول اور قانون توہین رسالت ص ۴۶،۴۷)

بعض مسیحی راہنماؤں کا یہ خدشہ بے بنیاد ہے کہ ۲۹۵-سی میں سزائے موت کو لازمی قرار دینے کا مقصد پاکستان میں بسنے والی اقلیتوں کو عدل و انصاف سے محروم کرنا ہے۔ ان کا یہ پراپیگنڈہ بھی حقیقت کے برعکس ہے کہ یہ ترمیم بہت عجلت میں کی گئی۔ حالانکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ میں دوسری پٹیشن جس کے ذریعے عمر قید کی سزا کو حذف کرنے کی درخواست شامل تھی، ۸۷ء میں دائر کی گئی اور اس کا فیصلہ ۳۰/اکتوبر ۹۰ء کو سامنے آیا۔ وفاقی شرعی عدالت کے فاضل جج صاحبان جنہوں نے اس شریعت پٹیشن کی سماعت کی، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱- جناب جسٹس گل محمد خان، چیف جسٹس
۲- جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی
۳- جناب جسٹس عبادت یار خان
۴- جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم
۵- جناب جسٹس فدا محمد خان

جیسا کہ اس فیصلہ میں مذکور ہے کہ وفاقی شرعی عدالت نے اس مقدمہ کی سماعت کے لئے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کئے اور فقہاً حضرات سے بھی معاونت طلب کی۔ فاضل جج صاحبان نے تاریخی فیصلہ میں بالخصوص سات علماً کرام، مولانا سبحان محمودؒ، مولانا مفتی غلام سرور قادری، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا عبدالفلاح، مولانا سید عبدالشکور، مولانا فضل ہادی اور مولانا سعید الدین شیر کوٹی کے دلائل اور خیالات و آراء کو اپنے فیصلے میں بیان کیا ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کا چالیس صفحات کی ضخامت پر مبنی فیصلہ توہین رسالت کے موضوع پر متعلقہ قرآنی آیات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فیصلہ جات، احادیث مبارکہ، تعامل خلفائے راشدینؓ، مسالک اربعہ کے قابل قدر ائمہ کرامؒ اور اسلامی تاریخ کے جوامع العلوم علماً و فقہاً اور مسلم قضاۃ کے فیصلہ جات کا بیش بہا خزانہ اور فی الواقع ایک جامع دستاویز ہے۔ فاضل عدالت نے شاتم رسول کی سزا کے ساتھ، شاتم رسولؐ کے ارتداد اور توبہ کے مسئلہ، اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعین اور اس کی واضح تعریف، توہین رسالت کے جرم میں نیت کے دخل، سزا دینے سے قبل مجرمانہ نیت اور مقصد جرم کی چھان پھٹک، حاکم یا جج کو شاتم کا رویہ اور موقع محل دیکھنے جیسے معاملات پر بے حد موثر اور عالمانہ بحث کرنے کے بعد نتائج اخذ کئے ہیں۔ ان تمام معاملات کے متعلق ائمہ کرام کی فقہی اور علمی آراء کا بے حد بلیغ پیرائے میں تقابلی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ جناب اسمٰعیل قریشی صاحب کی مذکورہ کتاب میں اس فیصلے کا مکمل متن اردو ترجمے کے ساتھ موجود ہے۔ وفاقی شرعی عدالت اس مقدمے کی مفصل سماعت اور پیش کردہ مواد کے تجزیے کے بعد بالآخر اس نتیجے پر پہنچی۔ عدالت کے اپنے الفاظ میں:

مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے یہ ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا، جیسا کہ دفعہ ۲۹۵-سی پاکستان ضابطہ تعزیرات میں مقرر ہے، احکامات اسلام سے متصادم ہے جو قرآن اور سنت میں دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔ ایک شق کا مزید اضافہ اس میں کیا جائے تاکہ وہی اعمال اور چیزیں جب دوسرے پیغمبروں (علیہم السلام) کے متعلق کہی جائیں، وہ بھی اسی جرم کے مستوجب سزا بن جائے جو اوپر تجویز کی گئی ہے۔ اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کی آرٹیکل ۲۰۳ (۳) کے تحت ارسال کی جائے، تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کئے جائیں اور اسے احکامات اسلام کے مطابق بنایا جائے۔ اگر ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ء تک ایسا نہیں کیا جائے گا تو "عمر قید" کے الفاظ دفعہ ۲۹۵-سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔

(PLD F.S.C 1991. Vol XLIII, P10 حوالہ)

ہم اقلیتی فرقوں کے اہل دانش حضرات سے گزارش کریں گے کہ وہ بعض جذباتی شر پسندوں کی نعرے بازی کی بجائے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا نہایت ٹھنڈے دل سے مطالعہ کریں اور ان دلائل و شواہد پر غور کریں، جن کی بنیاد پر توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرم کی سزا صرف موت ہی قرار دی گئی ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ اسلامی شریعت کی غیر متبدل حیثیت پر بھی غور کریں جس کی رو سے کسی مسلمان کو دور قدیم و جدید میں بعض وجوہات کی بنا پر عیسائی مذہب کی اساسی تعلیمات میں ردوبدل کیا۔

(باقی آئندہ)

محمد اسد

طوفان سے ساحل تک

بیت المقدس میں

۱۹۲۲ء کے اسی موسم خزاں میں اپنے ماموں ڈوریان کے گھر میں تھا جو بیت المقدس کے قدیم شہر کے اندر واقع تھا۔ بارش تقریباً روزانہ ہی ہوتی تھی جس کی وجہ سے مجھے نکلنے کا موقع بہت کم ملتا تھا' چنانچہ میں اکثر کھڑکی کے پاس بیٹھ جایا کرتا اور اس سے مکان کی پشت پر اس صحن کا نظارہ کیا کرتا جو ایک "حاجی" نامی بوڑھے عرب کی ملکیت میں تھا' یہ عرب باربرداری کے لیے کرایہ پر گدھوں کا انتظام کرتے تھے اس کی وجہ سے یہ جگہ ایک ایسا پڑاؤ بن گئی تھی۔ جہاں رات کے قافلے مقیم ہوتے تھے۔

روزانہ صبح فجر سے کچھ قبل قریب کے گاؤں وغیرہ سے پھل اور ترکاریاں اونٹوں پر لدوا کر اس صحن میں لائی جاتیں پھر یہاں سے گدھوں پر لدوا کر شہر کے بازاروں اور تنگ گلیوں میں سپلائی کی جاتیں' دن بھر بھاری بھر کم اونٹ وہاں پڑے رہتے تھے اور بہت سے لوگ ان کی خبر گیری میں مشغول اور منہمک رہتے تھے' ہاں موسلا دھار یا تیز بارش کے وقت سب لوگ اصطبل میں پناہ لینے کے لیے چلے جاتے تھے' وہ دیکھنے میں فقراء تھے' پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس لیکن حقیقت میں آقاؤں کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ جب وہ ایک ساتھ کھانے کے لیے زمین پر بیٹھتے اور تھوڑے سے پنیر یا زیتون کے دانوں کے ساتھ ساتھ روٹی کھاتے تو میں یہ منظر دیکھ کر ان کی عالی ہمتی' شرافت' قوت برداشت اور ان کے اعتماد وسکون سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

آپ ان کو دیکھتے تو یہ محسوس کرتے وہ اپنا احترام اور زندگی کی قدر خود کرتے ہیں' حاجی اپنی چھڑی لیے ہوئے ادھر سے ادھر آتے جاتے تھے۔ ان کو التہاب مفاصل اور گھٹنوں پر ورم کی شکایت تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کے سردار ہیں' اس لیے کہ وہ لوگ بے چون وچرا ان کی فرمانبرداری کرتے تھے' دن میں کئی بار وہ ان کو نماز کے لیے جمع کرتے' اگر ہلکی بارش ہوتی تو وہ باہر ہی نماز پڑھ لیتے سب ایک لمبی صف بنا کر کھڑے ہو جاتے' "حاجی" ان کی امامت کرتے' اپنی حرکات وسکنات اور ڈسپلن میں وہ بالکل فوجی معلوم ہوتے تھے' سب مکہ کے رخ پر جھکتے تھے' پھر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے' پھر اتنا جھکتے کہ زمین بوس ہو جاتے اور اپنے قائد کی ہلکی آواز پر یہ کان لگائے رہتے تھے جو ننگے پیر اپنی جانماز پر کھڑے تھے' آنکھیں بند' ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے' بغیر آواز کے ان کے ہونٹ ہلتے رہتے' ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ کسی خیال میں بالکل مستغرق ہیں' آپ ان کو دیکھ کر پورا اندازہ کر سکتے تھے کہ وہ اپنی روح کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس گہری اور جاندار نماز میں مجھے ان حرکات وسکنات کی موجودگی کچھ سمجھ میں نہ آئی' چنانچہ میں نے "حاجی" سے جو تھوڑی بہت انگریزی سمجھتے تھے ایک بار پوچھا:۔

"کیا آپ سمجھتے ہیں کہ خدا اس کا منتظر رہتا ہے کہ آپ بار بار اس کے سامنے رکوع وسجود کریں کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آدمی تنہائی میں بیٹھ کر سکون اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھے اور دعا کرے' آخر یہ جسمانی حرکات کس غرض سے ہوتی ہیں؟"

میں نے یہ بات کہنے کو تو کہہ دی لیکن فوراً ہی مجھے ندامت ہوئی اور میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا' میں نہیں چاہتا تھا کہ اس بوڑھے مذہبی آدمی کے شعور واحساس کو کوئی اذیت پہنچے' لیکن حاجی کے چہرہ پر ناگواری کے مطلق آثار نہ تھے' وہ مسکرائے اور کہنے لگے:۔

"پھر آپ ہی بتایئے کس طریقہ پر ہم خدا کی عبادت کریں؟ کیا اس نے جسم اور روح کو ایک ساتھ پیدا نہیں کیا؟ اگر یہ بات ہے تو کیا یہ ضروری نہ ہوگا کہ آدمی جس طرح اپنی روح کے ساتھ نماز پڑھتا ہے' اسی طرح اپنے جسم کے ساتھ بھی پڑھے دیکھیے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہم مسلمان اس طرح کیوں نماز پڑھتے ہیں؟

ہم کعبہ کی طرف اس احساس کے ساتھ رخ کرتے ہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان اسی طرف رخ کئے ہوئے ہیں اور یہ کہ مسلمان ایک جسم ہیں اور خدا ہی ہم سب کی فکر کا محور ومرکز ہے' ہم سیدھے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ دھیان کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے جو اس نے انسان کو اس کی زندگی کی درستی اور کامیابی کے لیے عطا کیا ہے پھر ہم اللہ اکبر کہتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں' پھر اس کے سامنے جھک جاتے ہیں' اس لیے کہ ہم اس کو سب سے بلند وبالاتر سمجھتے ہیں اور اس کی عزت وبلندی کی تسبیح کرتے ہیں۔

پھر ہم سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں' اس احساس کے ساتھ کہ ہم اس کے سامنے مٹی اور خاک کے برابر ہیں' بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں' اس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور وہی ہمارا بلند و برتر رب ہے' پھر پیشانی زمین سے اٹھا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ہم کو اپنی آغوش رحمت میں لے لے اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرے اور ہم کو صحت وعافیت اور سلامتی عطا کرے پھر ہم دوبارہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور شریک بے نیاز پروردگار کی عزت وعظمت کے لیے اپنی پیشانی خاک آلود کرتے ہیں پھر اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی محمد ﷺ پر جنھوں نے ہم کو اسلام کا پیغام پہنچایا' اپنی رحمت نازل کرے' جس طرح اس نے گزشتہ انبیاء پر اپنی رحمت نازل کی اور ہم سب کو اور جو لوگ سیدھے راستہ پر ہیں ان کو برکت دے' دنیا میں بھی اچھائی دے اور آخرت میں بھی' آخر میں دائیں اور بائیں اپنا منہ موڑتے ہوئے کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ گویا اس طرح ہم دنیا کے تمام صالحین کو سلام بھیجتے ہیں خواہ وہ کہیں ہوں اور کسی حالت میں ہوں۔

اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نماز پڑھتے تھے' ہر زمانہ کے لیے انہوں نے اپنے پیروؤں کو یہی طریقہ بتایا ہے' تاکہ وہ اس کے ذریعے مکمل سپردگی کا نمونہ بن جائیں۔ جو اسلام کے معنی ہیں اور خدا کی طرف سے اور اپنے انجام ومستقبل کی طرف سے اطمینان اور سکون حاصل کر سکیں۔"

بوڑھے آدمی نے ٹھیک یہی الفاظ تو نہیں کہے تھے لیکن ان کا مفہوم یہی تھا اور آج تک مجھے یہ بات اسی طرح یاد ہے اس واقعہ پر چند سال گزرنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ حاجی کی اسی گفتگو نے میرے اسلام قبول کرنے کا پہلا دروازہ کھولا تھا' لیکن اس وقت بھی جب میں یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اسلام میرا دین بن سکتا ہے' میں اپنے اندر ایک غیر معمولی کشمکش اور جھکاؤ محسوس کرتا تھا جب میں کسی کو (اور ایسا بہت ہوتا تھا) ننگے پیر اپنے مصلے یا چٹائی یا زمین پر محو نماز پاتا تھا' ہاتھ باندھے ہوئے' سر جھکائے ہوئے' اپنے کام میں بالکل مستغرق' اپنے ماحول سے بالکل بے نیاز' مسجد میں یا پلیٹ فارم پر کسی آباد و پرشور سڑک پر' ہر جگہ۔

وہ ایک مطمئن انسان معلوم ہوتا تھا۔

فرانکفرٹر اخبار میں

ایک شام کو جب میں اپنے کاغذات درست کر رہا تھا تو مجھے وہ پریس کارڈ ملا جو ایک سال قبل برلن میں مجھے یونائیٹڈ ٹیلی گراف کے نمائندہ کی حیثیت سے دیا گیا تھا' میں اس کو پھاڑنے ہی جا رہا تھا کہ ایک دم سے ڈوریان نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مذاق میں کہنے لگا۔

ہائیں.........اس کو پھاڑو نہیں اگر ہائی کمشنر کے دفتر میں یہ کارڈ تم دکھا دو تو چند ہی روز کے اندر گورنمنٹ ہاؤس سے تم کو کھانے کا دعوت نامہ مل سکتا ہے' اس مخلوق (اخبار نویس) کی یہاں بہت قدر ہے!

اگرچہ میں نے اس بیکار کارڈ کو چاک تو کر دیا لیکن ڈوریان کی بات مجھ پر اثر کیے بغیر نہ رہ سکی' ظاہر ہے کہ گورنمنٹ ہاؤس کی دعوت میں میرے لیے کیا کشش ہو سکتی تھی لیکن میں سوچنے لگا کہ اس سنہرے موقع سے خصوصاً ان حالات میں مشرق میں میری موجودگی جب کہ وسطی یورپ کے بہت کم اخبار نویسوں کو یہاں آنے کا موقع ملا ہے میں فائدہ کیوں نہ اٹھاؤں' میں کیوں نہ اپنا صحافتی کام دوبارہ شروع کر دوں اور کسی ممتاز اور بڑے روزنامہ سے اپنا معاملہ کر لوں۔

پھر اسی سرعت کے ساتھ جس سرعت سے مجھے ہمیشہ فیصلہ کرنے کی عادت تھی' میں نے حقیقی صحافت کے میدان میں باقاعدہ اترنے کا عزم کر لیا۔

اگرچہ میں نے ایک سال تک یونائیٹڈ ٹیلی گراف میں کام کیا تھا' لیکن ابھی تک کسی ممتاز اخبار سے میرا بلاواسطہ تعارف نہیں تھا اور چونکہ میرے نام سے کوئی مضمون وغیرہ بھی پریس میں نہیں آیا تھا' اس لیے میں اخبارات کی دنیا میں بالکل غیر معروف تھا' لیکن ان چیزوں کی وجہ سے میرے عزم میں کوئی کمزوری نہیں آئی' میں نے فلسطین کے بارے میں اپنے تاثرات وخیالات پر مشتمل ایک مضمون لکھا اور اس کی نقلیں کم از کم دس اخبارات کو بھجوا دیں' اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا' جس میں مشرق کے سلسلہ میں مضامین کی پیشکش تھی۔

یہ ۱۹۲۲ء کے آخر مہینوں کی بات ہے جب جرمنی کے لیے افراط زر کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ جرمن پریس بھی اپنی بقاء کے لیے کفایت شعاری سے کام لے رہا تھا' صرف چند اخبار ایسے تھے جو اپنے غیر ملکی مراسلہ نگاروں کو (HARD CUR-RENCY) میں تنخواہیں ادا کر سکتے تھے' اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ یکے بعد دیگرے تمام اخبارات سے انکار کے جواب آنے لگے' صرف ایک اخبار نے میری پیشکش قبول کر لی تھی اور جہاں تک میرا اندازہ ہے میرے اس مضمون سے متاثر ہو کر مشرق قریب میں مجھے اپنا گشتی نمائندہ مقرر کر لیا تھا' اسی کے ساتھ یہ بات بھی اس نے طے کر لی تھی کہ واپسی کے بعد مجھے اس کے لیے ایک کتاب بھی لکھنا ہوگی' یہ اخبار (FRANK-FURTERZEITING) تھا' جب میں ہر اخبار سے رابطہ قائم کرنے میں ناکام ہو رہا تھا اور

ہر جگہ سے انکار کے جوابات آرہے تھے' اس وقت مجھے خطرہ تھا کہ کہیں میں ہمت نہ چھوڑوں اور تھک ہار کر بیٹھ رہوں لیکن اس اخبار کی وجہ سے اب اس پوزیشن میں آگیا تھا جس کی تمنا پختہ کار سے پختہ کار اخبار نویس کر سکتا ہے' افراط زر کی وجہ سے یہ اخبار بھی (HARD CURRENCY) میں مجھے ادائیگی نہیں کر سکتا تھا' اس لیے کہ اس نے جرمنی سکہ میں ادائیگی کی' میں جانتا تھا (اور اخبار والے بھی جانتے تھے) کہ یہ رقم اتنی بھی نہیں کہ میرے مضامین کے ڈاک خرچ کے لیے بھی کافی ہو لیکن میرا فرانکفرٹ کا نمائندہ ہونا جائے خود ایک ایسا امتیاز تھا جو ان وقتی مشکلات سے زیادہ وقیع اور وزنی تھا۔

بہر حال میں نے اس توقع پر فلسطین کے متعلق مضامین کا ایک سلسلہ شروع کر دیا کہ دیر یا سویر قسمت میرا ساتھ دے گی اور مشرق کے تمام ممالک کی سیاحت کا مجھے موقعہ مل سکے گا۔

عربی اسلامی تہذیب کی روح اس کی صلاحیتیں اور مغربی تہذیب کا اندرونی زوال'

ان ابتدائی مہینوں نے جو میرے اس پہلے زمانہ قیام میں گزرے میرے اندر افکار' توقعات اور تاثرات کا ایک طویل سلسلہ قائم کر دیا جس میں بعض توقعات جو شخصی طرز کی تھیں' میرے شعور کے اندر نفوذ کرنے کے لیے کوشاں تھیں۔

میں نے اپنے روبرو زندگی کا ایک ایسا مفہوم پایا جو میرے لیے یکسر نیا تھا' مجھے ایسا لگا کہ جیسے کوئی گرم اور حرارت انگیز روح ہے جو ان عربوں کے خون کے ساتھ ان کے افکار اور حرکات وسکنات تک میں سرایت کر گئی ہے' روحانی خراشوں اور اذیتوں سے ناآشنا' وہ اذیتیں جنہوں نے خوف' حرص اور گھٹن کا بھوت بن کر مغربی زندگی کو بے حد بھدا بے ہنگم اور کریہ المنظر بنا دیا تھا اور جس سے اب کوئی خاص امید باقی نہیں رہ گئی تھی میں عربوں میں وہ چیز پانے لگا جس کی غیر شعوری طور پر مجھے عرصہ سے تلاش تھی' جس کو ہم زندگی کے تمام مسائل میں ایک خاص قسم کی جذباتی لطافت اور بلند شعوری احساس سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

زمانہ کے گزرنے کے ساتھ اب میرے سامنے سب سے مقدم کام یہ تھا کہ میں ان مسلمانوں کی اسپرٹ کو سمجھ سکوں' اس لیے نہیں کہ ان کے دین کی طرف میرا کچھ میلان تھا (میں اس کی متعلق بہت کم معلومات رکھتا تھا) بلکہ اس لیے کہ میں نے ان میں عقل اور احساسات کا وہ عضوی اور حیاتیاتی اتحاد (ORGANIC CHERENCE) ہم آہنگی دیکھی تھی جس کو ہم اہل یورپ نے کھو دیا ہے' ہمیں شخصی ہم آہنگی کے فقدان سے جو کچھ بھگتنا پڑا ہے کیا ہم عربوں کی زندگی کے صحیح مطالعہ سے اس کے اور اس کے اسباب کی درمیانی کڑی کا پتہ نہیں لگا سکتے؟ کیا ہم وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے اہل یورپ اس مقدس زندگی کی حریت سے بھاگ رہے ہیں جو ابھی عربوں کے اندر ان کے اس انحطاط اور اجتماعی وسیاسی زوال کے باوجود موجود ہے اور جو گزشتہ ادوار میں ضرور ہم اہل یورپ کے یہاں بھی پائی جاتی تھی' ورنہ ہمارے شاندار ماضی کے فن اور آرٹ کے عظیم ورثہ کی توجیہ کیا ہو گی؟ قرون وسطی میں (GOTHIC) کیتھڈرل کے نمونے' نشاۃ ثانیہ کا حد سے بڑھا ہوا انبساط (REMBRNT) کی روشنی اور سائے کی کیفیت (CHIAROSCURO)(BACH) کے سوالات اور تخیلات (MOZART) کے سنجیدہ خواب (BEATHOVEN) کے ابھرتے ہوئے ابلتے ہوئے نغمے' دھندلی' انتہائی بلند اور ناقابل عبور چوٹیوں تک پہنچنے والے' جو عقل اور جذبات کی دسترس سے بہت دور ہیں اور جہاں پہنچ کر آدمی کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ہے۔ "میں اور میری تقدیر ایک ہی چیز ہے۔"

ہم یورپین اگر ان کے اصلی مزاج کو سمجھنے سے قاصر رہے تو پھر ان کی روحانی طاقتوں اور صلاحیتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟ ہم آج کے بعد سے BEATHOVEN اور (REM-BRANT) جیسے فنکاروں کو جنم دینے سے معذور ہو چکے ہیں اور اس کے بجائے اب ہمارا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ علوم وفنون' سیاست واجتماع کے پیش پا افتادہ اصولوں کو مختلف تعبیرات اور اسالیب سے ایک بے پناہ اور پر جوش کوشش کے ساتھ دہراتے رہیں۔

جنگ اور پھر اس کے بعد فنکارانہ طریقہ سے تراشے ہوئے نت نئے اصولوں کی مختلف اور متضاد آوازوں کی وجہ سے ضمیر ودماغ میں ایک زبردست کشمکش برپا ہے ہماری مشینیں اور آلات اور آسمانوں سے سرگوشیاں کرنے والی عمارتیں ہماری پاش پاش اور ریزہ ریزہ روح کو پھر سے جوڑنے میں بالکل ناکام ثابت ہوئی ہیں' اس کے باوجود میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ کیا یورپ کی روحانی عظمت کی حقیقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ غلطی کا پتہ لگا کر تھوڑی بہت کھوئی ہوئی عظمت اور قیمت کو واپس لایا جا سکے؟

ابتداء میں تو یہ بات عربوں کے قومی سیاسی مقاصد سے ہمدردی تک اور ظاہری معاشرہ کی ظاہری صورت اور قلبی طمانیت (EMOTI-NAL SECURITY) تک جس کو میں نے خاص طور پر محسوس کیا تھا' محدود رہی لیکن اب مجھ میں اس قلبی طمانیت اور اندرونی سکون واطمینان کا سبب اور سرچشمہ معلوم کرنے کی شدید خواہش پیدا ہو چلی تھی جس نے عربی تہذیب کو مغربی

ختم نبوت

مذہب سے اس قدر مختلف کر دیا ہے' یہ خواہش میرے نفسیاتی اور ذاتی و شخصی مسائل کے ساتھ بالکل گھل مل گئی تھی مجھے ایسے مواقع اور ایسے میدانوں کی تلاش رہنے لگی تھی جہاں میں عربوں کے اخلاق اور کیریکٹر کا زیادہ بہتر طریقہ سے مشاہدہ اور مطالعہ کر سکوں اور ان افکار و خیالات تک میری رسائی ہو سکے' جنہوں نے ان کی زندگی کو ایک خاص سانچہ میں ڈھال دیا ہے اور اس کو معنوی حیثیت سے مغربی تہذیب سے بالکل جدا کر دیا ہے' میں نے ان کی تاریخ کلچر مذہب سب کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور اس شے کی دریافت و طلب کے جذبہ کے ساتھ جو ان کے جذبات و احساسات اور عقلیت کے پیچھے کارفرما تھا' ایک اور جذبہ میرے اندر ابھرنے لگا' وہ جذبہ تھا ان اسباب و محرکات کی دریافت کا جو میرے دل و دماغ کو بلا رہے تھے اور میرے اوپر چھائے جا رہے تھے اور میری رہنمائی کے لیے آمادہ تھے۔

مشرق کے بارے میں مغرب کا نقطہ نظر اور رویہ

مشرق وسطیٰ کے اس پورے زمانہ قیام میں جس میں ۲۲ء سے ۲۶ء تک میں ایک غیر ملکی سیاح کی حیثیت سے وہاں بسنے والی قوموں سے ہمدردی رکھتا رہا اس کے بعد سے آج کے دن تک ایک مسلمان کی حیثیت سے اسلامی معاشرہ کے درد دکھ اور راحت و تکلیف کا شریک رہا' اس پوری مدت میں میں نے دیکھا کہ یورپ ان قوموں پر برابر سیاسی دباؤ ڈال رہا ہے اور مختلف طریقوں سے مظالم کرتا رہا ہے اور ساتھ ہی اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں بھی لگا رہا ہے۔ اگر کبھی مسلمان ان مظالم اور دست درازیوں کی مدافعت یا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے تو یورپین رائے عامہ بڑے بھولے پن اور سادگی کے ساتھ اس کو مسلمانوں کی غیر مسلموں سے بے جا نفرت اور کراہیت پر محمول کر لیتی۔

مغربی ممالک کا معمول بن گیا تھا کہ وہ اس ترکیب سے مشرق وسطیٰ کی موجودہ تاریخ کو صرف مغربی مصلحت کے نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے اور اس حالت میں جبکہ برطانیہ کے باہر سارے یورپ کی رائے عامہ آئرلینڈ کی جدوجہد آزادی کی حامی تھی۔ یا (روس اور جرمنی کو مستثنیٰ کر کے) پولینڈ کی قومی تحریک سے دلچسپی رکھتی تھی' اس کو مسلمانوں کے مسائل اور تمناؤں سے مطلق کوئی دلچسپی اور ہمدردی نہ تھی' اس کی دلیل ہمیشہ یہ دی جاتی تھی کہ مشرق وسطیٰ سیاسی اور اقتصادی حیثیتوں سے بہت پسماندہ ہے' اسی طرح مغربی مداخلت کی تاویل یہ کی جاتی تھی کہ اس کا مقصد صرف جائز مغربی حقوق کی حفاظت نہیں' بلکہ وہاں کے باشندوں کی ترقی اور خوشحالی بھی ہے۔

مشرق وسطیٰ کے معاملات کے ماہرین اور سیاستدان یہ بھول گئے تھے کہ کسی قسم کی بھی مداخلت خواہ وہ کتنی ہی بے ضرر ہو' بجائے خود قوم کی ترقی کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے' وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ ریل کی پٹریوں کا کتنا جال بچھا دیا گیا ہے اور یہ نہ دیکھتے تھے کہ ملک کا اجتماعی ڈھانچہ کس طرح تباہ و برباد ہو رہا ہے' وہ اس کا شمار تو کرتے تھے کہ کتنے دولت بجلی لائی گئی ہے اور اس پر غور نہیں کرتے تھے کہ وہ اس محکوم قوم کی عزت و خودداری کو کیسے کیسے طمانچے لگاتے رہتے ہیں۔

وہی لوگ جنہوں نے آسٹریا کے ''تہذیبی وفد'' کو اس خیال سے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ اس سے جرمنی کو ریاستہائے بلقان میں مداخلت کرنے کا ایک قانونی عذر مل جائے گا' وہی آج بہت رواداری اور چشم پوشی کے ساتھ مصر میں انگریزوں کے' وسطی ایشیا میں روسیوں کے' مراکش میں فرانسیسیوں کے' لیبیا میں اٹلی کے اس قسم کے دعووں کو خوشی انگیز کر رہے ہیں اور ان کی مداخلت پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ بیشتر سماجی اور اقتصادی مشکلات اور کمزوریاں جن کا مشرق وسطیٰ ایک زمانہ سے شکار ہے' یورپ کی اسی بیجا دلچسپی اور مداخلت کا نتیجہ ہیں' بلکہ مغربی مداخلت کے پیچھے یہی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ داخلی انتشار کا دائرہ وہاں اتنا وسیع ہو کر ان قوموں کے لیے بیداری اور آزادی ناممکن سی ہو جائے۔

میں نے اول اول اس بات کو ۲۲ء میں فلسطین میں محسوس کرنا شروع کیا' یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے عربوں اور یہودیوں کے نزاع کے سلسلہ میں برطانوی گورنمنٹ کی دورخی پالیسی کا عملاً مشاہدہ کیا' جب ۱۹۲۳ء میں فلسطین کے تمام مقامات کا دورہ کرنے کے بعد میں مصر واپس ہوا تو یہ بات کھل کر میرے سامنے آچکی تھی۔

مصر میں اس وقت برطانوی تسلط کے خلاف ایک ہیجان برپا تھا' برطانوی فوجیوں کی گزرگاہوں پر کثرت سے بم پھینکے جا رہے تھے' ان سرگرمیوں کو کچلنے کے لیے حکومت مختلف تدابیر اختیار کرتی تھی' کبھی مارشل لا لگا دیا جاتا' کبھی سیاسی گرفتاریاں عمل میں آتیں' اخبارات بند کر دیے جاتے لیڈروں اور رہنماؤں کو نکال دیا جاتا' لیکن ان میں سے کوئی بھی تدبیر خواہ وہ کتنی ہی سخت ہو عوام کے جذبہ حریت کو کچلنے میں کامیاب نہ ہو رہی تھی' پوری مصری قوم میں اس سرے سے لے کر اس سرے تک ایک ایسی لہر پیدا ہو گئی تھی جس کو تیز جذباتی تشنج کی کیفیت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے' مایوسی اور ناامیدی کی کیفیت نہیں' حمیت' خودداری اور جوش کی کیفیت' جو اپنی قوت و طاقت کا اندازہ کرنے کے بعد اس میں پیدا ہو گئی تھی۔

قدرت اللہ شہاب

”کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں میری“

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے موقع پر جذب وکیف میں ڈوبی تحریر ملاحظہ فرمائیں .... (مدیر)

بے اختیار رو پڑے اور مجھے وہیں بیٹھے رہنے کی ہدایت کی۔ عصر کی نماز سے پہلے وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے اور جالی مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر بڑے سوز وگداز سے درود وسلام پڑھایا، نماز کے بعد وہ مجھے پھر اپنے پاس چٹائی پر لے آئے۔

یہ صاحب مشرق اور مغرب میں بہت سے ملکوں کی سیاحی کر چکے تھے۔ عربی تو ان کی مادری زبان تھی، اس کے علاوہ ترکی، فارسی اور انگریزی خوب جانتے تھے۔ کسی قدر فرانسیسی زبان سے بھی آشنا تھے۔ اٹھارہ انیس برس سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد نبوی کی صفائی کے انتظامات کے ساتھ وابستہ تھے۔ حج کے زمانے میں جب زائرین کا رش بڑھ جاتا تھا تو یہ صاحب رضاکارانہ طور پر باب جبرئیل کے باہر جوتے سنبھالنے کے کام میں بھی ہاتھ بٹایا کرتے تھے، انہوں نے میرا پاسپورٹ دیکھا اور ہنس کر بولے: ”تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو؟ میری اردو بڑی کمزور ہے، آؤ انگریزی میں گفتگو کریں۔“

جب انہیں معلوم ہوا کہ میرے رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے تو مغرب کے بعد وہ مجھے اپنے گھر لے گئے، جو مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلایا، اپنے کپڑوں کا ایک صاف جوڑا عنایت کیا، بازار سے نئے چپل لا کر دیئے اور ایک ڈاکٹر کی دکان پر جا کر میری آنکھوں میں دوا ڈلوائی، ساتھ ہی انہوں نے فرمایا کہ: میں رات بھی ان کے ہاں گزاروں، میں نے التماس کی کہ اگر وہ مجھے باب جبرئیل کے باہر اپنی چٹائی پر شب بسری کی اجازت دے دیں تو مجھ پر بڑا احسان ہوگا۔

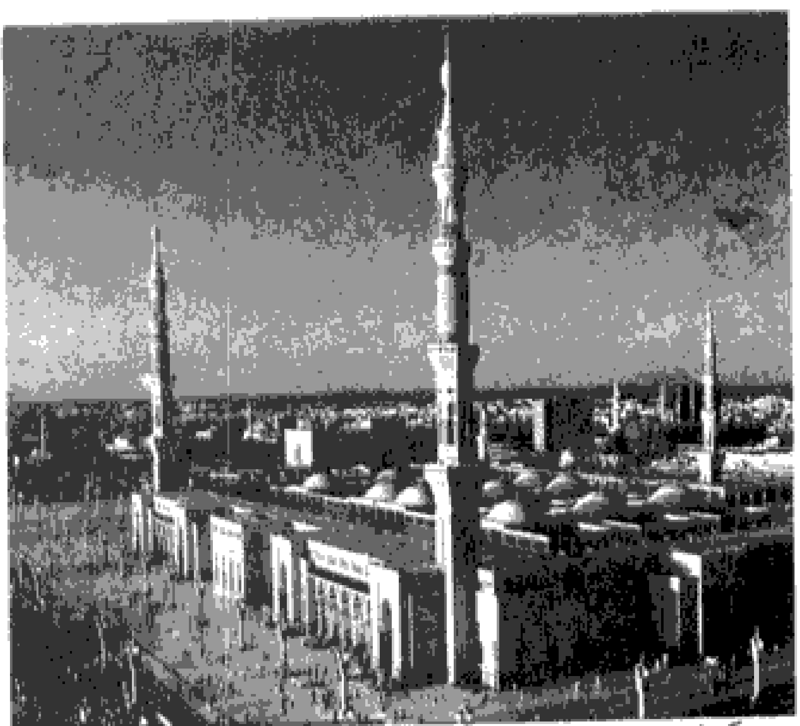

اور کچھ بہت کم دیکھا تھا۔ اب جی چاہتا تھا کہ گنبد خضرا پر نگاہ ڈالنے سے پہلے ان گناہ گار آنکھوں کو کس قدر صاف کرلوں۔ اس مقصد کے لئے شاہراہ مدینہ کی خاک سے بہتر اور کیا چیز ہوسکتی تھی؟ میں نے اضطرار چلتی ہوئی سڑک سے خاک کی ایک چٹکی اٹھائی اور اسے اپنے آنکھوں کا سرمہ بنالیا۔

مسجد نبوی تک پہنچتے میری آنکھیں سرخ ہو کر سوج گئیں اور راستہ نظر آنا مشکل ہوگیا۔ قدم قدم پر راہ گیروں سے ٹکر لگتی تھی۔ مجھے اندھا سمجھ کر ایک بھلے آدمی نے میری رہنمائی کی اور مجھے باب جبرئیل تک پہنچادیا۔

باب جبرئیل پر عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجوم تھا۔ اندر جانے والوں اور باہر آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ایک نورانی صورت بزرگ چٹائی پر بیٹھے لوگوں کے جوتے سنبھالنے میں مصروف تھے۔ میری آنکھوں میں اب تک دھند سی چھائی ہوئی تھی اور بھیڑ کے ریلے میں پھنس کر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں آگے بڑھ رہا ہوں یا پیچھے جارہا ہوں؟! ایک مقام پر میں چند لوگوں سے ٹکرا کر بری طرح لڑکھڑایا اور جوتوں کے ڈھیر پر اوندھے منہ گر پڑا۔ جوتوں کی رکھوالی کرنے والے صاحب نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا اور اپنے پاس چٹائی پر بٹھالیا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی اردو بول لیتے تھے، میری آنکھیں سوجی ہوئی اور سانس پھول رہی تھی، اپنی صراحی سے پانی کا گلاس پلا کر انہوں نے ازراہ ہمدردی دریافت کیا کہ میری آنکھوں کو کیا مرض

احق ہے؟ میں نے شاہراہ مدینہ کی خاک کی چٹنی الا واقعہ بے کم و کاست بیان کر دیا۔ اسے سن کر وہ

"صبح دس بجے کے قریب مدینہ منورہ سے چار پانچ میل اس طرف رک گیا، یہاں پر ایک کنواں تھا، جس پر رہٹ چل رہا تھا، قافلے والوں نے یہاں اتر کر غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے، کچھ عقیدت مند بسوں پر دوبارہ سوار ہونے کی بجائے یہاں سے احتراماً پیدل چلنے لگے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے پیدل روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دور چل کر خیال آیا کہ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جوتے پہن کر داخل ہونا بھی ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ میں نے فوراً اپنے چپل کھول کر ہاتھ میں اٹھا لیے اور برہنہ پا چلنے لگا۔ دھوپ میں تپتے ہوئے سنگریزوں پر پاؤں پڑتے ہی میرے تلووں میں پھل کر دماغ سے ٹکرانے لگیں۔ میں نے ادھر ادھر دیکھ کر چپکے سے دیکھتے ہوئے اپنے چپل دوبارہ پہن لئے۔ اپنے جذبہ احترام کے اس بودے پن پر مجھے اس قدر جھلاہٹ اور ندامت محسوس ہوئی کہ میں نے اپنے چپل پھر کھولے اور انہیں اٹھا کر سڑک سے دور جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ اب ننگے پاؤں چلنا ایک امر مجبوری تھا لیکن میری خود فریبی اس مجبوری کو احترام کا نام ہی دیتی رہی۔

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ چلنے کے بعد ایک موڑ آیا جس کی گولائی پر چند گاڑیاں رکی ہوئی تھیں اور بہت سے لوگ سڑک پر کھڑے والہانہ انداز میں درود و سلام پڑھ رہے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان حضرات کو اپنا گوہر مقصود نظر آ گیا ہے۔ میری عمر اس وقت بتیس تینتیس برس تھی۔ اس طویل عرصے میں میری آنکھوں نے زندگی کی کثافت اور رذالت اور رکاکت اور خباثت کے علاوہ

اس پر وہ کچھ سوچ میں پڑ گئے اور پھر بولے: "اس کی اجازت تو نہیں، خیر عشاء کے بعد دیکھا جائے گا۔"

عشاء کے بعد جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بند ہو گئے تو اندر ہی رہے۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کے بعد اپنے سرکاری فرائض سے فارغ ہو کر باہر آئے اور مجھے ایک کاغذ دیا جس پر عربی میں کچھ لکھا ہوا تھا اور نیچے مہر لگی ہوئی تھی۔ فرمایا: "تم اس چٹائی پر رات گزار سکتے ہو، اگر کوئی اعتراض کرے تو یہ اجازت نامہ دکھا دینا۔"

تہجد کی اذان ہونے تک کئی سپاہیوں نے کئی بار آکر مجھے ٹوکا لیکن اجازت نامہ دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتے تھے۔ ایک روز تو جوتے رکھنے والے صاحب نے اپنی کرم فرمائی کی انتہا کر دی۔ عشاء کے بعد جب مسجد نبویؐ کے دروازے بند ہونے لگے تو انہوں نے مجھے باہر نکالا تو تہجد کی اذان تک اندر ہی رہنے دیا اور تھوڑی دیر کے لئے جالی مبارک کے اندر عرش بریں جیسی مقدس زمین پر مجھے اپنی پلکوں سے جاروب کشی کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

اگلے روز انہوں نے مجھے مدینہ منورہ سے رخصت کر دیا، میں نے بہت عذر کیا کہ میرا یہاں سے ہلنے کو جی نہیں چاہتا لیکن وہ نہ مانے، کہنے لگے: "پانی کا برتن بہت دیر تک آگ پر پڑا رہے تو پانی ابل ابل کر ختم ہو جاتا ہے اور برتن خالی رہ جاتا ہے، دنیاداروں کا ذوق و شوق وقتی ابال ہوتا ہے، کچھ لوگ یہاں رہ کر بعد میں پریشان ہوتے ہیں، ان کا جسم تو مدینے میں ہوتا ہے لیکن دل اپنے وطن کی طرف لگا رہتا ہے، اس سے بہتر ہے کہ انسان رہے تو اپنے وطن میں لیکن دل مدینے میں لگا رہے۔"

وہ مجھے بسوں کے اڈے تک چھوڑ آئے اور جدہ جانے والی ایک بس میں مجھے ڈرائیور کے ساتھ والی اگلی سیٹ دلوا دی۔ نصف راستہ طے کرنے کے بعد ہم نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک سیاہ فام افریقی نوجوان ننگے سر دھوپ میں پیدل چلا آرہا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی تھی، بیوی کی گود میں ایک ننھا سا بچہ تھا۔ اس شدید دھوپ میں بھی یہ جوڑا بڑے اطمینان سے پاپیادہ مدینہ شریف کی طرف جا رہا تھا۔ ڈرائیور رحم دل آدمی تھا۔ بس روک کر اس نے ان مسافروں کو اپنی صراحی سے پانی پلایا۔ پانی دیتے ہوئے ڈرائیور نے بتایا کہ یہ پانی مدینے سے آیا ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے چہرے خوشی سے جگمگا اٹھے، انہوں نے ایک گھونٹ اپنے بچے کے منہ میں بھی ٹپکایا، پانی کے کچھ قطرے زمین پر گر گئے تھے۔ میاں بیوی نے جھک کر بھیگی ہوئی ریت اٹھائی اور منہ میں ڈال لی۔

وہ مدینہ آگیا:

۱۱/ فروری ۳۴ء کو علی الصبح ہمارا قافلہ شہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی کسی نے زوردار آواز میں پکارا: "وہ مدینہ آگیا" اس مژدہ جانفزا کے سننے کے لئے عرصے سے کان مشتاق، دل مضطرب اور طبیعت بے قرار تھی، یہ مبارک کلمہ سنتے ہی کئی ایک کی آنکھوں نے سیلاب محبت بہانا شروع کر دیا۔ خوشی کی ایک لہر دل میں اترتی جاتی تھی، پھر جوش میں تخیر پا کر دماغ پر چھا جاتی تھی، ہوش و حواس جسم خاکی کو وداع کہہ رہے تھے، فرط مسرت و انبساط کا یہ عالم تھا کہ روح تحلیل ہوتی تھی۔ بدن کے تمام بے تاب رگ و پے، سوز و گداز کے مرحلے طے کر رہے تھے، عقل گم تھی، کیف و وجدان کی وہ کیفیت کہ نہ زبان سے بیان ہو سکتی ہے نہ قلم اسے ضبط تحریر میں لا سکتا ہے۔

الحمد للہ! آج ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں، جہاں سے دیار مقدس اور گنبد خضرا کا دلکش منظر سامنے ہے۔ شمع معرفت کی تجلیاں خرمن صبر و قرار پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ وادی ایمن کے وہ بے حجاب جلوے دلوں میں تڑپ پیدا کر رہے ہیں۔ بے چین دل، اشکبار آنکھیں، زرد چہرے، سرخ اور پرداغ سینے کوفتہ اور شکستہ اعضا آج اپنے مشاغل کے لئے ایک نئی کیفیت محسوس کر رہے ہیں۔ سینے

میں جو آگ مشتعل تھی، اب اس سے شعلہ جوالہ نکل نکل کر آہ آتشیں کی صورت اختیار کر رہے ہیں۔

مبارک ہو، تمہاری محبتیں ٹھکانے لگیں، تمہاری دعائیں قبول ہوئیں، تمہاری دیرینہ آرزوئیں بر آئیں۔ نخل تمنا بار آور ہوئی۔ منزل مقصود قریب آگئی ہے۔

شہر مقدس کے پہلے دروازے عنبریہ سے داخل ہوئے تو سعودی فوج کے دستوں نے سلامی سے ہمارے کارواں کا استقبال کیا۔ ہز ایکسی لینسی امیر مدینہ مع اپنے اسٹاف اور زعماؤ عمائدین شہر موجود تھے۔ استقبالیہ رسم سے فارغ ہو کر ریلوے اسٹیشن مدینہ کے عالی شان ایوان میں داخل ہوئے، جسے خاص اہتمام سے سجایا گیا تھا۔ قہوہ، شربت اور آب خور عنبری سے تواضع کے بعد قافلہ مع اپنے سالار کے حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور در رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے لئے ادب واحترام کے ساتھ پیادہ پا روانہ ہوا۔ حرم پاک کے باب السلام پر پہنچ کر بے تابانہ سلام عرض کیا۔ ہم ناچیز و ناتواں آستانہ مبارک پر پہنچ گئے۔ دل و دیدہ کی کیفیت عجیب تھی۔ روضہ نبویؐ کے پروانے گنبد خضرا کے سائے میں کھڑے ہیں۔ یہاں زائرین کا ہجوم ہے، شمع منور پر پروانے متواتر گر رہے ہیں۔ ہر شخص اخلاص وعقیدت کے ساتھ صلوٰۃ والسلام، درود و نماز اور تلاوت و تسبیح میں مصروف ہے۔ صحن حرم خوش نصیب مسلمانوں اور شمع جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں سے پر ہے مگر کیا مجال جو کوئی آواز بلند ہو۔ ہر دل پر ادب کا سکہ جاری ہے۔ کیف و معرفت کا دور چل رہا ہے۔ روحانیت کا سمندر موجزن ہے، جس کو دیکھو، مصروف مجاہدات اور محو تجلیات ہے، کسی کو اپنی خبر نہیں، سب اسی جالی والے ایوان عظیم الشان کی طرف ٹکٹکی باندھے متحیر از خود رفتہ کھڑے ہیں، کوئی درود وسلام پڑھ رہا ہے، کوئی دلائل الخیرات کا ورد کر رہا ہے، کسی کی آنکھوں سے سچے موتی ٹپک رہے ہیں، کوئی خاموشی میں ٹھنڈے سانس بھر رہا ہے۔ غرضیکہ ہر شخص اپنے اپنے دل کی کیفیت کو اپنی اپنی زبان سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کر رہا ہے، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ ارادت پیش کر کے شیخینؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے مزار سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے سامنے پہنچے اور وہاں اظہار ہمدردی ادا کیا۔

مدت کی آرزوئیں پوری ہوئیں، دل کے ارمان نکلے، نیاز مندانہ سلام سے فراغت پا کر صحن حرم کی شمیم جاں فزا سے معطر ہوتے ہوئے ہم سب اپنے بلند اقبال قافلہ سالار کی معیت میں اپنے کیمپ میں آگئے۔

کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں مری :

رمضان المبارک کے کئی دن میں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نمازیں پڑھ کر گزارے، اوراد ووظائف اور درود و سلام کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ساتھ ہی روضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت بھی حاصل کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک مسجد نبویؐ کے آخری سرے پر جنوب کی طرف ہے۔ یہ سبز گنبد والا روضہ اقدس جہاں واقع ہے، وہ قطعہ زمین دنیا کا مقدس ترین قطعہ زمین ہے۔ محدثین وفقہاؒ نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روئے زمین کے تمام مقامات سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا مقام ہے۔ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک زمین سے مس ہو رہا ہے، وہ بالاتفاق روئے زمین کا افضل ترین مقام ہے، یہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ اور زندہ و تابندہ ہے۔ انسان یہاں پہنچ کر ایک عالم جذب سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہنچ کر دنیاو مافیھا کو بھول جاتے ہیں اور ایک والہانہ جذب و عشق انہیں دنیا کی ہر چیز سے بے خبر کر دیتا ہے اور وہ کیفیت ہے دنیا کی عظیم ترین شخصیت کے حسن وجمال اور زیبائی ورعنائی کا احساس، اس احساس کے پیش نظر ساری دنیا، اس کے تمام مقامات، اس کے تمام مناظر، اس کی تمام شخصیات بے معنی نظر آنے لگتی ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ ایک والہانہ جذب وشوق کا عالم ان سب کی نفی کر کے ان کو دل ودماغ کی آنکھوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔

مسجد نبویؐ کا سارا حسن و جمال اس روضہ اقدس واطہر کی وجہ سے ہے۔ وہ روضہ اقدس جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک آرام فرما ہے اور پھر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس ساری زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدوں اور قدموں کے نشانات ثبت ہیں۔ ان کی سانسوں کی مہک ان میں آج مشام جان کو معطر رکھتی ہے۔ ان کا جمال جہاں افرا جہاں صورت مہر نیم روز آج بھی نظارہ منور ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ مبارک تھا۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاصے عرصے تک قیام فرمایا اور جہاں ان کا وصال بھی ہوا اور یہیں ان کا جسد اطہر لحد میں اتارا گیا اور یہیں ان کے قدموں میں ان کے صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ بھی آرام فرما ہیں۔ کسی زمانے میں حجرہ عائشہؓ ایک کچی عمارت تھی لیکن اب اس پر روضہ اطہر کی عمارت مستطیل شکل میں تعمیر کی گئی ہے۔ روضہ مبارک کے آس پاس پیتل اور لوہے کی وہ جالی ہے جو ہر زمانے میں زائرین اور شعراؤ ادبا کے دامن دل کو اپنی طرف کھینچتی رہی ہے اور جس کے حسن وجمال کی

باقی صفحہ 26 پر

شہنشاہ خطابت

مولانا محمّد ضیاء القاسمی رحؒ

حیات و خدمات

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

۲۰۰۰ء اہل حق کے لئے عام الحزن سے کم نہیں کئی علماً حضرات جو اپنے اپنے فن کے امام و مقتدا تھے کی رحلت کے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ابھی شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی شہادت سے پیدا ہونے والی صورتحال سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ استاذ المناظرین، فاضل اجل، عالم بے بدل حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی جو فن مناظرہ میں عدیم النظیر تھے کی وفات کا سانحہ پیش آگیا۔ ابھی اس پر آنسو خشک نہیں ہوئے تھے کہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ جو ایک صاحب طرز خطیب اور واعظ و مقرر تھے، وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مولانا سید عبدالشکور ترمذیؒ کے علوم و فضل کا معترف پورا ملک ہے، ان کے بعد مولانا محمد ضیاً القاسمیؒ کی وفات سے خطابت یتیم ہو گئی، موصوف صرف خطیب ہی نہیں بلکہ خطیب گر تھے۔ ان کی صحبت سے کئی ایک حضرات خطیب بنے، اور آپ کو فن خطابت میں وافر حصہ ملا تھا، خود فرماتے تھے کہ: ''خطابت کسبی نہیں وہبی چیز ہے جو عطیہ خداوندی ہے۔ اللہ پاک جسے چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔'' اس کے برعکس تقریر ایک ایسا فن ہے جو محنت اور لگن سے حاصل ہوتا ہے۔ تقریر جس قدر محنت اور شوق و ذوق سے کی جائے گی اسی قدر اس میں نکھار پیدا ہوتا جائے گا۔ جس قدر دلائل، استدلال اور ترتیب و ربط پیدا ہوتا جائے گا، اسی قدر تقریر میں جوبن پیدا ہوتا چلا جائے گا، ہر خطیب میں تقریر کا ملکہ تو ہوتا ہی ہے، مگر ہر مقرر میں خطابت کا جوہر موجود ہونا ضروری نہیں۔

آپ خطیب گر تھے، ان کی خطابت میں سحر کی کیفیت محسوس ہوتی تھی، ان میں یہ خوبی بدرجہ اتم موجود تھی کہ ایک ہی وقت میں ہنساتے بھی تھے اور رلاتے بھی تھے۔ تشبیہات، استعارات، واقعات، اشعار اس قدر مربوط اور جڑے ہوئے ہوتے تھے کہ کوئی لفظ بھی بے موقع اور بے سلیقہ نہیں ہوتا۔ ان کی تقریر سے خطابت کے کئی اہم اوصاف کی تعلیم ملتی تھی، کہاں تقریر میں تلاطم ہونا چاہئے، اور کہاں ٹھہراؤ ضروری ہے، کہاں قوت استدلال کی ضرورت ہے اور کہاں لطافت ہونی چاہئے، جلال کہاں ہو اور جمال کہاں ہو، مزاح کہاں ہو اور سنجیدگی کہاں، ان کی تقریر جہاں عوام کے قلوب و اذہان کو جلا بخشتی تھی، وہاں خطباً و مقررین کے لئے کئی ایک مضامین، ''خطبات قاسمی'' اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ توحید، رسالت، عظمت اصحاب رسول ﷺ، ردبدعات، رد قادیانیت، پر سیر حاصل گفتگو فرماتے اور گھنٹوں گفتگو کر سکتے تھے بلکہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنی خطابت کا آغاز تنظیم اہل سنت کے اسٹیج سے کیا اور خطابت کو جمعیت علمأ اسلام کے پلیٹ فارم سے عروج ملا اور آخری دور سپاہ صحابہ کے حصہ میں آیا، آپ نے سپاہ صحابہ کے اسٹیج سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے بے بہا کوششیں کیں اور تازیست سپاہ صحابہ کی سپریم کونسل کے چیئرمین رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں قائدانہ کردار:

تحریک ختم نبوت سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے بلکہ خطابت کے اسرار و رموز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنماؤں خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، سے سیکھے مناظرانہ طرز استدلال قائد اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان کی صحبت سے حاصل کیا۔ اپنی خطابت کے آغاز سے تازیست عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کو حرز جان بنائے رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں قائدانہ کردار ادا کیا، کئی روز تک ملک بھر کا طوفانی دورہ کر کے تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں، یہی وجہ ہے کہ ۱۹۸۴ء میں قائد تحریک ختم نبوت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے سیالکوٹ کی عظیم کانفرنس میں ان کی دستار بند کرائی، جو گویا ان کی عظیم خدمات کا اعتراف تھا، اسی تحریک کے دوران گرفتاری عمل میں لائی گئی، گرفتاری کے بعد بہاولپور کی جیل میں قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ راقم الحروف ان

دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے بہاولپور میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا تھا، یہ ان کی خطابت کے عروج کا دور تھا جہاں اور محاذ سنبھالے رکھے وہاں قادیانیت کے خلاف بھی بھرپور کردار ادا کیا۔

احباب کے رنج وغم میں شرکت:

عموماً یہ ہوتا ہے کہ شادی وخوشی میں تو ہر کوئی شریک ہو جاتا ہے، جب کوئی مشکل وقت آجائے تو بہت سے احباب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت مولاناؒ میں یہ خوبی تھی کہ شادی میں بے شک شرکت نہ کریں لیکن غمی میں ضرور شرکت فرماتے۔ راقم الحروف کا مولانا سے کوئی گہرا تعلق نہیں تھا، لیکن جب بھی کسی عزیز کی وفات کی خبر پڑھی فوراً تعزیت نامہ ارسال کیا۔ راقم الحروف کا جواں سال بیٹا عزیزی حسین معاویہ چودہ سال کی عمر میں دسمبر ۱۹۹۶ء میں انتقال ہوا، تعزیت کے لئے تو بذات خود تین مرتبہ لاہور تعزیت کے لئے تشریف لائے، اگرچہ سوئے قسمت کہ تینوں مرتبہ راقم الحروف سے ملاقات نہ ہو سکی، لیکن تعزیتی پیغام چھوڑ کر گئے۔ راقم الحروف کے چچازاد بھائی میاں عبدالرحمٰن مرحوم (ولد مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر) فوت ہوئے، ماہنامہ "لولاک" ملتان (تب ہفت روزہ اور فیصل آباد) میں خبر چھپی، سب سے پہلا تعزیت نامہ مولانا کا موصول ہوا رفیق سفر مولانا عبدالغفور رحمانی شجاع آبادی اور ایک اور چچازاد بھائی صوفی محمد رمضان مرحوم (والد محمد اسحٰق نعت خواں) کا انتقال ہوا، لولاک کی خبر پر پہلا تعزیتی خط مولانا مرحوم کا موصول ہوا، جس پر انہوں نے اظہار تعزیت کیا۔

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا:

حضرت مولانا میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ چھوٹوں کو بڑا بناتے اور خوب حوصلہ افزائی فرماتے اور داد دیتے۔ ۱۹۹۷ء میں ایک بدبخت یوسف کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی ۲۸/ فروری کے جمعہ کی تقریر میں اپنے چیلے چانٹوں کو صحابہ کرام قرار دیا اور اسی تقریر میں قرآن پاک کی بعض آیات کو نعوذ باللہ شرارتی قرار دیا اور اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب بھی کیا تو راقم الحروف نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کے حکم پر کذاب کے خلاف کیس کیا، کیس مختلف مراحل سے ہوتا ہوا جب سیشن کورٹ میں سماعت ہوا، سیشن جج لاہور جناب میاں محمد جہانگیر نے کذاب کے خلاف جاندار اور شاندار فیصلہ تحریر کیا، کذاب کو سزائے موت، ۳۵ سال قید بامشقت اور دو لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی، یہ فیصلہ جونہی اخبارات کی زینت بنا مولانا مرحوم مبارکباد دینے کے لئے دو تین مرتبہ دفتر لاہور تشریف لائے اور بہت ہی حوصلہ افزائی فرمائی، نیز اس فیصلہ کو راقم الحروف کی مغفرت کا باعث قرار دیا، جب بھی لاہور تشریف لاتے ٹیلیفون کرکے بلا لیتے اور اگر وقت ہوتا تو دفتر تشریف لے آتے۔

فرقہ واریت سے اجتناب کی تلقین:

مرحوم ایک عرصہ تک جارحانہ انداز خطابت اختیار کئے رہے، بالخصوص مسلک وملت کے وسیع تر مفاد کے لئے اپنا طرز عمل تبدیل کر لیا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سینئر مبلغ مولانا خدا بخش صاحب کے ہاں شجاع آباد میں تبلیغی جلسہ میں ایک مرتبہ تشریف لائے راقم الحروف بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور صبح کے ناشتہ کی دعوت دی جو موصوف نے قبول فرمائی اور دوسرے دن صبح میرے گاؤں تشریف لائے، راقم الحروف نے مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ کے صحن میں بیٹھنے کا انتظام کیا ہوا تھا، جب علاقہ میں اہل بدعات کے شور وغوغا کا اور مدرسہ کی مخالفت کا سنا تو کہنے لگے کہ میری ایک وصیت یا نصیحت یاد رکھیں کہ آپ صرف اور صرف تعلیم پر توجہ رکھیں اور بڑے سے بڑے مخالف کے بچوں کو خندہ پیشانی سے پڑھائیں، انشاء اللہ العزیز میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔"

مولانا خدا بخش صاحب مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راوی ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا شجاع آباد تشریف لے آئے، مسلک کے ایک اور نامور خطیب بھی ایک مدرسہ میں مدعو تھے احباب نے مل کر جلسہ اکٹھے کرنے کا فیصلہ کر لیا، مقابلہ میں دوسرے مکتب فکر کے دوستوں نے جلسہ شروع کر دیا، جس سے تصادم کی صورت ہو چلی تھی کہ دوسرے خطیب صاحب نے بجائے جلسہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا نے اس کو شدت سے محسوس کیا اور شجاع آباد کے احباب سے ناراض ہو گئے، دو تین سال کا عرصہ ایسا گزرا کہ شجاع آباد کے کسی ساتھی کو پروگرام دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس دوران خواب میں انہیں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ میرے شجاع آباد سے بائیکاٹ کیوں کیا ہوا ہے؟ مولانا نے از خود فرمایا کہ میں شجاع آباد میں آنا چاہتا ہوں چنانچہ پروگرام رکھا گیا تو آپ نے اسی خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: حضرت قاضی صاحبؒ کے حکم پر حاضر ہو گیا، مختصر یہ کہ بھرپور کاری کی زندگی گزاری۔ اللہ پاک ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ (آمین)

ختم نبوت

صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن رحمانی

جامع مسجد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے خطیب وامام

حضرت قاری سیّد رشید الحسن نوراللہ مرقدہٗ

اس عالم بود وباش میں جو بھی آیا اس نے ایک دن موت کے دروازے کو عبور کر کے دار فانی سے دار بقا کی طرف گامزن ہوتا ہے، اس عالم میں آنا جانے کی تمہید ہے، یہاں آنے والے کو مستقل سکونت کے لئے نہیں بھیجا جاتا، یہ دار الامتحان ہے جن وانس کے لئے، اچھی بری زندگی گزار کر ہر جن وانس نے دار الجزا کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ خالق کائنات نے ازل سے یہی نظام رائج کیا ہوا ہے، اور اس سے کون پوچھنے والا ہے یا کون پوچھ سکتا ہے؟

خلاق ازل کا یہ فیصلہ اس قدر اٹل ہے کہ اس میں ترمیم و تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

ترجمہ: "ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے ہیں اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔"

(سورۂ یونس آیت: ۴۹)

موت کے بے رحم پنجے جس کو اچکتے ہیں وہ اس میں اچھے برے کی تمیز نہیں کرتے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان ہے یا کافر، نیک ہے یا بد، شاہ ہے کہ گدا، مرد ہے یا عورت، چھوٹا ہے یا بڑا۔

بہر حال پورا عالم، پوری کائنات اور کائنات کا ہر ہر ذرہ، ہر شاہ وگدا اس کے فیصلوں کا پابند اور محتاج ہے، اس لئے کہ وہ احکم الحاکمین ہے، سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے، آسمان وزمین اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں لیکن فیصلہ خداوندی میں ردوبدل کی یا اس میں ردوقدح کی گنجائش نہیں۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے احاطے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مختلف حصوں سے مختلف لوگوں کو منتخب کر کے جمع کیا، ان منتخبین میں ایک شخصیت جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے امام و خطیب حضرت قاری سید رشید الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۸/ جنوری ۲۰۰۱ء شب اتوار ۳ بجے بوقت سحر اللہ کا وہ نیک بندہ جو اس وقت ذکر واذکار اور توبہ و استغفار سے اپنے رب کو راضی کرنے میں لگا ہوا ہوتا تھا اور ملک پاکستان کے استحکام اور بقا کے لئے دعائیں کر رہا ہوتا تھا، کئی ماہ کی صبر آزما تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی عالیشان مسجد میں تقریباً تیس سال تک ہزاروں طلبا علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، علما ربانیین اور اولیا امت کی امامت کرنے والا ہزاروں علما و طلبہ کی اللھم اغفرلحینا ومیتنا اپنے رب سے منظور و مقبول کروانے کے لئے واصل حق ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے مطابق اللہ کی پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں یقیناً ان میں کام کرنے والے بھی اس کے پسندیدہ بندے ہوں گے، تیس سال تک امامت کے فرائض انجام دینا (اور وہ بھی وقت کے کبار اولیا اور علما ربانیین کی) ایسا باعظیم شرف ہے جس کے بارے میں فقیر سوائے ذلک فضل اللہ کے کچھ کہنا اور لکھنا پسند نہیں کرتا۔

محدث العصر علامہ سید بنوری، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن، استاذ الحدیث عاشق الحرمین حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی، امام اہلسنت حضرت مفتی احمد الرحمٰن، شیخ الحدیث حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ، حضرت سید رضی الدین فخری اور حضرت قاری ابراہیم صاحب رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر علما کرام ہزاروں صلحا عظام اور اولیا کرام کو پنجوقتہ نمازیں اور جمعہ پڑھانے والے ہمارے حضرت قاری سید رشید الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہم سب کو اشکبار کر کے اس دنیا فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے اس سفر آخرت پر ہمارے بھائی طیب مولانا طاہر، مولانا عتیق اور مزمل ہی غمگین نہیں ہیں، ہر وہ شخص جس نے ان کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے یا جو مرحوم کی خداداد صفات سے ذرہ برابر بھی واقف تھا اشکبار ہے، ان کا سوانحی خاکہ تو بخوف طوالت لکھنے سے قاصر ہوں لیکن مرحوم کے چند اوصاف حمیدہ اور واقعات جو کہ فقیر قلمبند کرنے کی کوشش کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

☆...... خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے (مفہوم) جو شخص چالیس دن باجماعت اس طرح سے نماز پڑھے کہ اس کی کوئی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو اس کے لئے دو پروانے ہیں، ایک دوزخ سے بری ہونے کا اور دوسرا نفاق سے برأت کا، ہمارے امام صاحب امامت محض اس نیت سے کر رہے تھے کہ ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو اپنے خلف الرشید سے اس کا تذکرہ فرماتے رہتے تھے۔

☆...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ (مفہوم) "قیامت کے دن

ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے مراد کون ہیں؟ جواب ملے گا کہ وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے: یا اللہ! آپ نے یہ سب بے فائدہ نہیں پیدا کیا، تو پاک ہے سب عیبوں سے، سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، اس کے بعد ان لوگوں کے لئے جھنڈا اٹھایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب چلیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔“

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہمارے امام صاحب بہت زیادہ دیکھے گئے، ذکر کی کثرت ان کا قابل رشک معمول تھا (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) ذکر ان کا اوڑھنا بچھونا، سونا اور جاگنا بن چکا تھا، بیماریوں کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ ان کا آپریشن ہوا، کئی لوگوں نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ بے ہوشی کے دوران ذکر لسانی کر رہے ہیں اور شمار کے لئے انگلیاں حرکت کر رہی ہیں۔

پندرہ سال فقیر کا یہ مشاہدہ رہا کہ دوپہر اور شام کھانے کے اوقات میں ان کے دروازے پر کوئی نہ کوئی مسکین سائل برتن لئے کھڑا ہے اور بسا اوقات دیکھنے میں آیا کہ مدرسہ کا کوئی مسافر طالبعلم پورا سال دو وقت کا کھانا ان کی بیٹھک میں بیٹھ کر کھا رہا ہے۔

☆...... آپ ایک بے ضرر انسان تھے، حدیث مبارکہ: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ“ کے مصداق جان بوجھ کر آپ نے اپنی زبان اور ہاتھ سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، عرصہ تیس سال میں جامعہ کے ارد گرد رہنے والا کوئی فرد آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں رکھتا تھا۔

☆...... مسجد کے آداب کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور مقتدیوں سے بھی ان کا تقاضا یہی ہوتا تھا کہ مسجد میں ادب اور احترام سے بیٹھیں، اللہ کے گھر کی عظمت کا خیال رکھیں، ذکر سے مسجد کو آباد رکھیں اور غفلت سے بچیں کبھی یہ بات نہیں دیکھی گئی کہ قاری صاحب مرحوم مسجد میں کوئی دنیوی بات چیت کسی سے کر رہے ہوں، یا مسجد میں مجمع لگائے بیٹھے ہوں، نماز پڑھا کر سنن و نوافل سے فارغ ہو کر فوراً بغلی دروازے سے نکل کر گھر کی طرف گامزن ہو جاتے تھے، کسی نے کوئی بات کرنی ہوتی تو اس سے اپنے حجرے میں گفتگو کیا کرتے تھے، تاکہ مسجد کا تقدس پامال نہ ہو، مسجد کی صفائی ستھرائی کا بہت زیادہ اہتمام کرواتے تھے۔

☆...... نماز میں مسنون سورتوں کا اہتمام بہت زیادہ تھا، فجر میں اکثر طوال مفصل میں سے تلاوت کیا کرتے تھے، بلکہ بعض حضرات چڑ بھی جایا کرتے تھے لیکن امام صاحبؒ کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے، جمعہ کے دن سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ نماز جمعہ میں پڑھنا آپ کے خصوصی ذوق میں شامل تھا۔

☆...... قریبی اعزہ کا کہنا ہے کہ امام صاحب مصلحتاً بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے، گھر میں ہوں یا باہر مجلس میں ہوں، یا تنہائی میں، دوست احباب کی محافل میں ہوں، یا مخالفین کے سامنے، آپ غلط بیانی کے بہت زیادہ مخالف تھے، آپ کو جھوٹ سے شدید نفرت تھی، اسی وجہ سے آپ کی نجی اور معاشرتی زندگی دونوں یکسانیت کا نمونہ تھیں۔ بے غرضی اور استغنا آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، حرص و طمع سے آپ ساری زندگی کوسوں دور رہے۔

☆...... استقامت اور مستقل مزاجی آپ کا امتیازی وصف تھا، آپ کے رہن سہن میں تیس سال کے طویل عرصے میں کسی نے سر مو فرق نہیں دیکھا، آپ کا ابتدائی زمانہ تنگی و عسرت کا تھا، لیکن آپؒ نے اپنی سفید پوشی کا بھرم بہت اچھی طرح سے رکھا، کسی کے سامنے اپنی تنگدستی کا اظہار نہ کیا خواہشات محدود ہوں تو انسان کی زندگی خوشیوں سے بھرپور رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام صاحبؒ کی زندگی چونکہ فضول خواہشات سے پاک تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے گھرانے کو خوش و خرم رکھا ہوا تھا، باوجود قلیل تنخواہ کے آپ نے اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جائز خواہشات کو اپنی چادر کے اندر رہتے ہوئے پورا کیا۔ آپؒ اعلیٰ درجہ کی اعتدال پسند انسان تھے۔ نماز کی عدم پابندی کی وجہ سے اپنی اولاد کو شرعی سزا سے بھی دریغ نہیں فرماتے تھے۔ آپؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بالترتیب وابستہ رہے، حضرت جیؒ کی وفات کے بعد مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے بیعت کی خواہش کی لیکن ندوی صاحبؒ نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ کسی بڑے سے وابستگی اختیار کریں۔

انتقال سے تین ماہ قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی جس پر حضرت نے آپ کو فوراً سلسلہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ میں مجاز بنادیا آپ کے والد گرامی سید نجم الحسن مرحوم حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیؒ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ بہر حال قاری سید رشید الحسن صاحبؒ کی زندگی بہت ساری خوبیوں کا مرقع تھی، آپؒ کی زندگی صبر و شکر اور قناعت پسندی کا نمونہ تھی، آپؒ کی تجہیز و تکفین میں علماء، صلحاء کی کثیر تعداد نے شرکت کی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بہت زیادہ بلند فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی جامع مسجد کے منبر و محراب اس شعر کا نمونہ بنے ہوئے ہیں:

شامیں اداس، اداس صبحیں بجھی بجھی
شاید کہ شہر چھوڑ کر حضرتؒ چلے گئے

رپورٹ: حافظ محمد احمد

جرمنی میں تین قادیانیوں کا قبول اسلام

جرمنی (نمائندہ خصوصی) آخن باخ جرمنی ۱۵/اگست ۲۰۰۰ء کو محمد مالک کے گھر واقع فیشن (کولن) شہر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یورپ کے امیر حضرت مولانا منظور احمد الحسینی دامت برکاتہم کا قادیانیوں کے مشہور مربی و مبلغ ڈاکٹر جلال شمس شاہد سے مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں مربی قادیانی جماعت کے علاوہ ان کی طرف سے امیر جماعت کولن ڈاکٹر بشارت احمد، منیر احمد طور، حبیب احمد اور اعجاز احمد خان تھے جبکہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا منظور احمد الحسینی دامت برکاتہم کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جرمنی کے امیر مولانا قاری مشتاق الرحمن، مشتاق احمد بٹ، افضال محمود رانجھا، خاور اور کیانی تھے۔ اس مناظرہ میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی اس میں محمد مالک اپنی فیملی سمیت قادیانی مذہب سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے، اس مناظرے کے پورے جرمنی پر کافی مثبت اثرت مرتب ہوئے جس کے نتیجہ میں ۱۳/اکتوبر کو مولانا قاری مشتاق الرحمن کے ہاتھ پر افتخار احمد اپنی اہلیہ اور چار بچوں سمیت قادیانیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے بعد ازاں وہاں کولن جامع مسجد نور میں مسلمانوں نے اس خوشی کی رونق کو دوبالا کرنے کے لئے ایک شاندار تقریب منعقد کی جس میں علماً کرام کے علاوہ کافی تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ نماز ظہر سے عصر تک یہ پروگرام جاری رہا۔ جس میں مولانا قاری مشتاق الرحمن کے علاوہ مولانا محمد احمد، حاجی عبدالحمید امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بیلجیئم مشتاق احمد بٹ اور افتخار احمد نے خطاب کیا۔ افتخار احمد نے کہا کہ میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں پا کر بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں، کچھ عرصہ پہلے محمد مالک نے اسلام قبول کیا تھا آج اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی ہے میں، میری جرمن اہلیہ اور میرے بچے قادیانیت چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے پر خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں، جس نے ہمیں قادیانیت سے نجات بخشی۔

آخر میں شرکاء مجلس مولانا قاری مشتاق الرحمن، مولانا محمد احمد، مولانا عبدالحمید، مولانا نثار، مشتاق احمد بٹ، ارشد بٹ، تیمور، عبدالستار فضلی، سیف اللہ، حاجی ارشد ملک، بشیر اعوان جناب کیانی، صاحبزادہ رحمت علی اور دیگر سب احباب نے محمد مالک اور افتخار احمد کو پرجوش طریقے مبارکباد دی۔ مولانا قاری مشتاق الرحمن نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے دونوں کے لئے استقامت کی دعا کی، اس مشن کو آگے بڑھانے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۲۰ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی یاد رہے کہ افتخار احمد پیدائشی قادیانی تھے وہ عرصہ اکیس سال سے جرمن میں آباد ہیں، وہ مختلف اوقات میں قادیانی جماعت کی طرف سے زعیم انصار اللہ زونل جس میں چار شہر آتے ہیں سیکریٹری جائیداد ریجن کولون (تقریباً ۵۰ جماعتوں کا ریجن ہے) جنرل سیکریٹری حلقہ اوفی سینٹر کولون اور دیگر بڑے عہدوں پر کام کرتے رہے ہیں، جبکہ ان کی بیوی جو کہ جرمن نژاد ہے وہ عرصہ دراز سے بطور انچارج جرمن ڈیک ریجن ناروراٹین، انچارج ہومیو پیتھک ڈسپنسری کولون کے فرائض انجام دیتی رہی ہے۔

اس مناظرہ کے اثرات دور دور تک پہنچ چکے ہیں اور اس کے ثمرات مسلمانوں کو بحمدہ تعالیٰ وتوفیقہ ملنا شروع ہو گئے ہیں، چنانچہ ۱۳/اکتوبر کے مسرت آمیز واقعہ کے بعد ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۰ء جرمنی کے مسلمانوں کو ایک اور خوشخبری ملی، کولون سے ڈیڑھ سو کلو میٹر دور بورکن شہر میں محمد اکرم ولد نصر اللہ خان جو پیدائشی قادیانی تھے وہ قادیانیت چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کے موقع پر ایک حلفیہ بیان دیا وہ یہ ہے:

"میں مسمی محمد اکرم ولد نصر اللہ خان ساکن شادیوال، گجرات، حال مقیم بورکن جرمنی مندرجہ ذیل گواہاں کے سامنے حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں قادیانی جماعت سے تعلق رکھتا تھا، میری اس قادیانی مذہب کے بارے میں اکثر جناب طارق صدیق صاحب سے زیر نگرانی جناب حاجی بشیر اعوان صاحب سے گفتگو ہوتی رہی تھی۔ ان حضرات نے قادیانی مذہب کی اپنی کتابوں میں جن کا لکھنے والا مرزا غلام احمد قادیانی ہے کے حوالہ جات دیئے، میں نے ان کو خود پڑھا، سنا اور بڑے غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانیت جھوٹا مذہب جھوٹا ہے، میں اس جھوٹے

ختم نبوۃ

مذہب کو خیرباد کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے نبی خاتم الانبیاءؐ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاءؐ تسلیم کرتا ہوں اور ان کے بعد کسی جھوٹی نبوت کے دعویدار پر ایمان نہیں رکھتا، مستقبل میں میرا قادیانی جماعت سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ماضی میں قادیانی مذہب میں رہنے کی توبہ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین اسلام پر قائم رکھے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قادیانی مذہب میں شامل ہر ایک کو اس جھوٹے مذہب سے تائب ہو کر قبول اسلام کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین"

گواہان: طارق صدیق — العبد:
حاجی بشیر اعوان، — محمد اکرم ولد نصراللہ خان
عمر فاروق، غضنفر علی، — یورکن جرمنی
عارف حسین، بشیر احمد — بتاریخ: ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۰ء

اس واقعہ کے بعد مسلمانوں کی ہمت مزید بڑھ گئی اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جرمنی کے تحت ختم نبوت کمیٹی ہر ۱۵ دن بعد اپنا اجلاس منعقد کرتی ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ مولانا قاری مشتاق الرحمٰن خطیب جامع مسجد توحید آفن باخ وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جرمنی شرکت فرماتے ہیں۔ رمضان المبارک میں مسجد نور میں ان حضرات نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ تراویح پڑھیں، روزے رکھے عیدالفطر کے موقع پر مسلمانوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ ۳۱/دسمبر ۲۰۰۰ء کو عید ملن پارٹی ہوئی جس میں محمد مالک افتخار احمد، مشتاق احمد بٹ اور دیگر احباب جمع ہوئے، حضرت قاری صاحب کا مفصل خطاب ہوا۔ اسی طرح مین ٹائم جرمنی میں پہلی مرتبہ رمضان میں قرآن مجید سنانے کا نظم ہوا، جناب مولانا حافظ محمد احمد نے قرآن مجید سنایا اور وہاں بھی عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر بیانات ہوئے۔

لندن میں دس روزہ دینی معلومات، ختم نبوت کورس

لندن (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت برطانیہ کے زیر اہتمام ۳۵ اسٹاک ویل گرین لندن میں ۲۰ فروری تا یکم مارچ ۲۰۰۱ء دس روزہ ابتدائی دینی معلوماتی و ختم نبوت کورس منعقد ہوگا جس میں پڑوسی ملک فرانس سے ایک درجن سے زائد نوجوان شرکت کریں گے۔ ان کی تربیت کے لئے کورس کی تیاری کی جارہی ہے۔ اس کورس کا مقصد مغرب کے پراگندہ ماحول میں نوجوان نسل کو اسلامی اقدار اور عقیدۂ ختم نبوت سے آگاہ کرنا ہے۔

حضرت مولانا منظور احمد الحسینی، جناب طٰہٰ قریشی، حافظ احمد عثمان شاہد اور جناب عبدالرحمٰن افضل تربیتی کورس میں نوجوانوں کو درس دیں گے۔ پروگرام کے اختتام پر کامیاب ہونے والے نوجوانوں میں دینی لٹریچر تقسیم کیا جائے گا۔

دورۂ بلجیئم اور فرانس

لندن (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لندن کے رہنما جناب طٰہٰ قریشی نے گزشتہ دنوں فرانس اور بلجیئم کا دورہ کیا جس میں فرانس کے دو شہروں اور بلجیئم کے شہر برسلز میں بیانات ہوئے احباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ختم نبوت کے کام کو یورپ میں مزید آگے بڑھانے کے لئے مشورے ہوئے۔

قادیانی لڑکی کا قبول اسلام

اسلام آباد (مفتی خالد میر) آئی اینڈ ٹی سینٹر G-8-1 سیکٹر کی رہائشی فوزیہ شاہد نے دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد میں اپنے شوہر محمد شاہد کے ہمراہ اسلام قبول کرلیا اور قادیانیت سے برأت وبیزاری کا اعلان کیا ہے فوزیہ شاہد نے دفتر ختم نبوت اسلام آباد میں مولانا قاری عبدالوحید قاسمی صاحب، ڈاکٹر عبدالحمید، مولانا قاضی احسان احمد اور مفتی محمد خالد میر کی موجودگی میں قادیانیت سے بیزاری کا اعلان کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف، قاری عبدالوحید قاسمی، مولانا محمد شریف ہزاروی، قاری احسان اللہ، قاری عبدالرزاق، قاضی احسان احمد، مفتی خالد میر اور مفتی محمود الحسن نے نو مسلم خاتون کی دین اسلام پر استقامت کی دعا کی۔

☆☆..........☆☆

ختم نبوت کا وفد فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوگیا

کراچی (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے خادم خاص جناب لالہ حافظ محمد عابد مرحوم کی تحریک پر حضرت نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے مطابق مبلغین ختم نبوت کو سالانہ حج کی ادائیگی کی سعادت حاصل کرنے کا سلسلہ جاری ہوا تقریباً درجن بھر علماء حضرات نے ماضی میں حج کی سعادت حاصل کرلی، امسال سرگودھا کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ العالی اور جناب محمد انور رانا صاحب (دفتر ختم نبوت کراچی) مورخہ یکم فروری ۲۰۰۱ء کو بذریعہ حج پرواز فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حج ٹرمینل سے روانہ ہوچکے ہیں اور حج کی ادائیگی کے بعد وطن واپس تشریف لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ خیر چلتا رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے علماء حضرات حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرتے رہیں۔ (آمین)

امت

مولانا غلام رسول کھوکھر

جس جماعت میں ملکی یا مذہبی یا کسی اور لحاظ سے کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو وہ "امت" کہلاتی ہے' امت اسلامیہ وہ تمام مسلمان ہیں جو روئے ارض پر بستے ہیں۔ اللہ تعالی ان سے توقع رکھتا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور بدی سے لوگوں کو روکیں۔ قرآن مجید میں امت کے لئے دوسرا لفظ آیا ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے لئے لفظ جماعت بکثرت استعمال ہوا ہے۔ قوم کا لفظ نہ قرآن نے پسند کیا ہے' نہ حدیث میں آیا ہے قوم کا لفظ کبھی تمدنی بنیادوں پر قائم نہیں ہوا اور اسے ہمیشہ کسی نسل یا قبیلہ سے ہی نسبت رہی ہے۔ اسلام میں قومیت نہ نسلی اعتبار سے ہے نہ خونی یا ملکی لحاظ سے اور ہجرت مدینہ نے یہ بات بالکل واضح کردی تھی' باپ بیٹے میں سے ایک اسلام چھوڑ دے تو بیٹا وراثت سے محروم ہوجاتا ہے اور معاملہ میاں بیوی کا ہو تو طلاق خودبخود واقع ہوجائے گی۔ تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی امت تھے کیونکہ سب اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ قرآن نے امت محمدیہ (علی صاحبہا علیہ الصلوۃ والسلام) کو تمام دنیا کی امامت کا اعزاز بخشا ہے کہ وہ لوگوں کی عملی زندگی پر گواہ رہیں اور خود سیدھی راہ پر چلتے ہوئے امت وسط کہلائیں امت وسط سے مراد ایک ایسا گروہ ہے جو اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل ہو اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک سے معاملہ کرے یہ لوگ (مسلمان) ایک خاص اصول زندگی (ہدایت ربانی) کے تحت زندگی گزارتے ہیں ہر قوم سے نکل کر الگ جماعت بن گئے اور پہلا قومی تعلق توڑ کر ایک نیا تعلق دنیا کی ہر قوم سے قائم کرلیا' یہ لوگ خدائی فوجدار کی حیثیت رکھتے ہیں اور عالمگیر مشن کے تحت دینی' اخلاقی اور مادی طاقتوں سے کام لیکر دنیا میں اللہ کا قانون نافذ کرنے کی ہر ممکن سعی کرتے رہتے ہیں تاکہ انسان فلاح پائیں اور خود خدا خوفی اور حق پرستی کی زندہ تصویر بنے رہیں۔

امت محمدیہ کا منصب امامت پر مامور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق کو حق ثابت کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے اس عملی جدوجہد میں خواہ ہزار مصیبتیں جھیلے مگر اللہ کی راہ میں یہ قربانیاں خوشی سے برداشت کرے اور صبرو صلوۃ کے سہارے آگے بڑھتا رہے۔

ختم نبوۃ

کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں میری

شان میں یہ سب رطب اللسان رہے ہیں۔ روضہ اطہر کے آس پاس مضبوط چار دیواری ہے۔ اس میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ عمارت پر غلاف پڑا ہوا ہے۔ ہر لحہ یہاں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجوم رہتا ہے اور درود و سلام کی نغمگی کانوں میں رس گھولتی ہے۔ انسان اور فرشتے سب یہاں درود و سلام کا ورد کرتے ہیں۔

میں روضہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دعاؤں میں مصروف تھا، آنکھیں بند تھیں اور میں ان بند آنکھوں سے نہ جانے کیا کچھ دیکھ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک، ان کا پیکر نور میرے سامنے تھا۔ اگرچہ میں احتراماً کچھ فاصلے پر کھڑا تھا لیکن عشق رسولؐ کے جذب و جنوں نے مجھے ان کی ذات بابرکت اور عظیم شخصیت سے اتنا قریب کردیا تھا کہ کوئی دوری درمیان میں حائل نہیں رہی تھی اور قرب کی اس کیفیت نے مجھے لطف وانبساط کی ایک ایسی منزل پر پہنچادیا تھا، جہاں سے واپس لوٹنا ارادی طور پر مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ یہ روحانی تجربات کی ایک ایسی منزل تھی جس تک رسائی خوش بختوں ہی کے حصے میں آتی ہے۔

واقعی میں بہت خوش قسمت تھا کہ رب العالمین اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روحانی تجربے کی اس منزل سے آشنا کیا اور مسرتوں کے دریا میری زندگی میں موجزن کردیے۔ آج بھی میں اس کیفیت کی لذت کو محسوس کرتا ہوں اور فرط مسرت سے حضرت خواجہ میر درد کا یہ شعر پڑھتا ہوں :

کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں میری
جی میں یہ کس کا تصور آگیا"

اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے

آسمانوں کی زینت ستارے، خواتین کی زینت زیورات

سنارا جیولرز

Phone: 745080

ایڈریس : صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر ۲

رد قادیانیت پر علماء کرام کی سہ ماہی تربیتی کلاس

……عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے رد قادیانیت پر تیاری کے لئے فارغ التحصیل علماء کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

……10 ذیقعدہ 1421ھ سے سہ ماہی کلاس جاری کی جارہی ہے۔

……جو حضرات اس میں شریک ہونا چاہیں وہ درخواستیں بھجوادیں۔

……کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا وفاق المدارس پاکستان یا کسی مستند دینی ادارہ کا جید جدا میں سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔

……ان حضرات کو قیام و خوراک کے علاوہ آٹھ سو روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

……ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے حضرات جو امتحان میں باصلاحیت معلوم ہوں انہیں حسب ضرورت مجلس کے شعبہ تبلیغ میں خدمات کا موقع دیا جاسکتا ہے۔

……جملہ خواہش مند رفقاء سادہ کاغذ پر بمعہ مکمل پتہ کے درخواست بھجوادیں اور سندات ہمراہ لف کریں۔

……تعلیم 10 ذیقعدہ کو شروع ہو جائے گی۔

درخواست ورابطہ کیلئے:

مرکزی ناظم اعلیٰ

(مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

REGD. NO. SS-160

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموس رسالت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف :

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔ ☆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔
☆ تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرہ امتیاز ہے۔ ☆ اندرون و بیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۲۰ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔
☆ لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔
☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہنامہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔
☆ چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالی شان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔
☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے۔ جہاں علماء کو رد قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروف عمل ہیں۔ ☆ ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔ جن کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔
☆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین، تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔
☆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ☆ افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے راہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔
یہ سب : اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں : مخیر دوستوں اور درد مندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں ☆ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے شرعی طریقہ سے مصرف میں لایا جاسکے۔

(نوٹ) مجلس کے مقامی دفاتر میں رقوم جمع کرا کر مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔

کراچی کے احباب **نیشنل بینک** پرانی نمائش برانچ اکاؤنٹ : 487-9 میں براہ راست رقم جمع کر کے دفتر کو اطلاع دیں۔

(حضرت مولانا) خواجہ خان محمد	(حضرت مولانا) سید نفیس شاہ الحسینی	(حضرت مولانا) عزیز الرحمن جالندھری
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	مرکزی نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ترسیل زر کا پتہ : دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون : 514122
دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون : 7780337